میری داستان

مکرم قاری محمد عاشق صاحب تھل حیدر آبادی

کے

قبولِ احمدیت سے پہلے اور بعد کے واقعات

مرتبہ

حافظ مسرور احمد

محمد مقصود احمد

میری داستان

مکرم قاری محمد عاشق صاحب تھل حیدرآبادی
کے
قبولِ احمدیت سے پہلے اور بعد کے واقعات

مرتبہ :
حافظ مسرور احمد
محمد مقصود احمد

﴿صرف احمدی احباب کے لئے﴾

نام کتاب : میری داستان
مکرم قاری محمد عاشق صاحب تھل حیدرآبادی
کے قبول احمدیت سے پہلے اور بعد کے واقعات

مرتبہ : حافظ مسرور احمد، مربی سلسلہ احمدیہ
محمد مقصود احمد، مربی سلسلہ احمدیہ

ناشر : حافظ عبدالحمید
(الحافظ پبلیکیشنز ربوہ)

پبلشر : حافظ مبارک احمد ناصر (جرمنی)

مطبع : ضیاء الاسلام پریس چناب نگر (ربوہ)

طبع اول : جنوری 2013ء

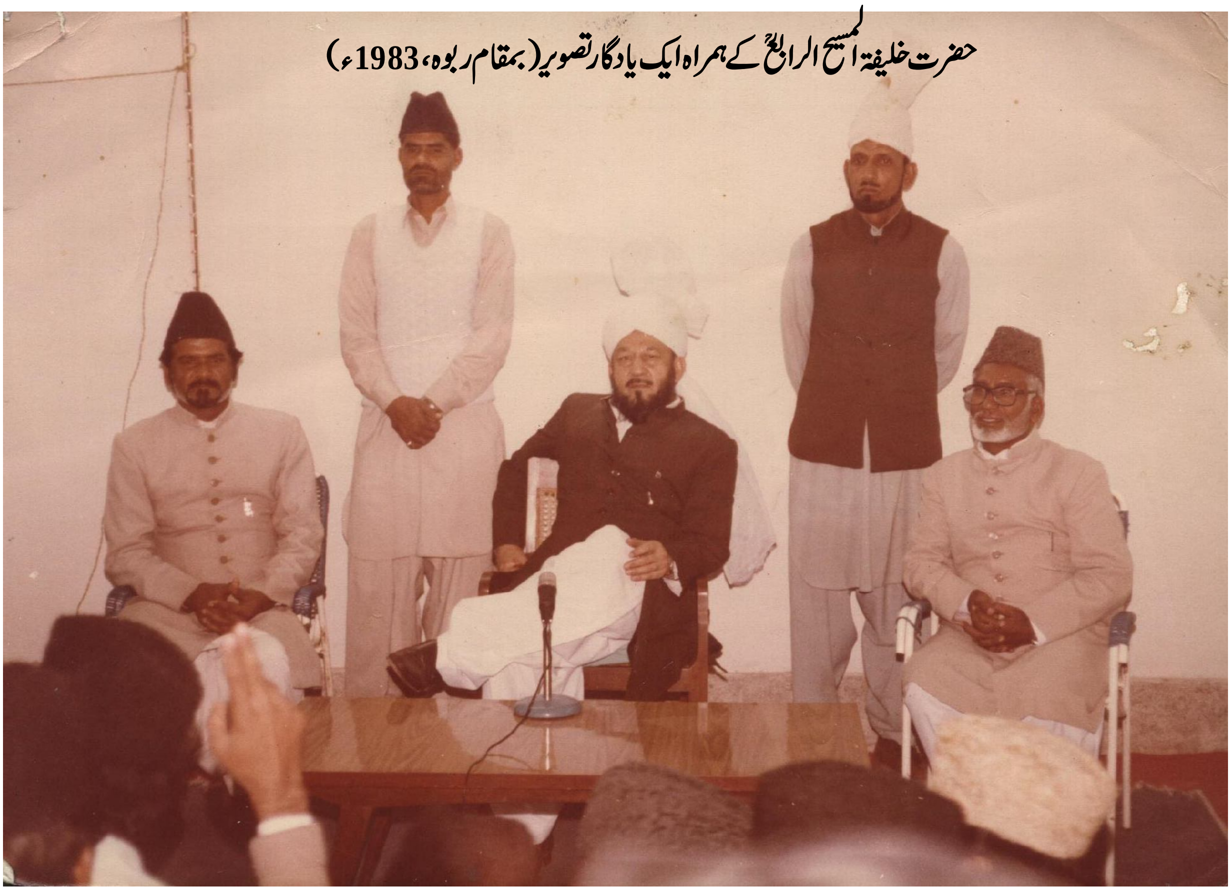


قاری محمد عاشق (تھل حیدر آبادی)





لندن UK میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ سے ملاقات (1990ء)



حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے ہمراہ ایک یادگار تصویر (بمقام ربوہ، 1983ء)

اظہار تشکر

خاکسار خداوند کریم کا شکر گزار ہے کہ جس نے اپنے فضل سے استاذی المکرّم حافظ قاری محمد عاشق صاحب تھل حیدر آبادی جیسے خادمِ قرآن کی قبولِ احمدیت کی داستان کو کتابی شکل میں شائع کرنے کی توفیق دی۔ بزرگان کی خدمات کو یاد رکھنے کے حوالہ سے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی تحریک کو مدنظر رکھتے ہوئے محترم قاری صاحب کی خدمات کو قلمبند کرنے کا فریضہ ان کے شاگردوں نے سنبھالا۔ قاری صاحب اپنے خاندان میں چونکہ اکیلے احمدی تھے اس لیے اُن کے شاگردوں اور بزرگان کی طرف سے ان کے قبولِ احمدیت سے پہلے اور بعد کے واقعات کو قلمبند کرنے کے حوالے سے ترغیب دلائی جارہی تھی۔ گوکہ ان کی صحت اور مصروفیت کی وجہ سے یہ مرحلہ آسان نہیں تھا کیونکہ ان کی ساری داستان کو نئے سرے سے لکھنا تھا۔ اللہ تعالیٰ محترم قاری صاحب کو جزا دے جنہوں نے اس سلسلہ میں بہت وقت دیا۔

خاکسار اس کتاب کو مرتب کرنے میں خاص طور پر مکرم حافظ قاری مسرور احمد صاحب مربی سلسلہ احمدیہ اور مکرم محمد مقصود احمد صاحب مربی سلسلہ احمدیہ کا خصوصی شکریہ ادا کرتا ہے جنہوں نے بہت محنت اور توجہ کے ساتھ اس کتاب کو ترتیب دیا اور اس میں مفید اور بہتر تبدیلیاں کیں۔

خاکسار محترم حنیف احمد محمود صاحب نائب ناظر اصلاح وارشاد مرکزیہ، مکرم حافظ پرویز اقبال صاحب استاذ مدرسۃ الحفظ، مکرم اعجاز احمد بلوچ صاحب کارکن مدرسۃ الحفظ، مکرم محمد زاہد صاحب مربی سلسلہ احمدیہ، نیز محترم قاری صاحب کے جرمنی میں مقیم شاگردوں حافظ مبارک احمد ناصر صاحب، حافظ انور احمد پاشا صاحب، حافظ فخر احمد صاحب، حافظ فرید احمد خالد صاحب، حافظ طارق احمد چیمہ صاحب، حافظ عمیر سعید صاحب اور حافظ ڈاکٹر سلیمان احمد بٹ صاحب کے تعاون کا بھی شکریہ ادا کرتا ہے۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء

خاکسار حافظ عبدالحمید

سابق استاذ مدرسۃ الحفظ ربوہ (حال مقیم اسلام آباد)

باب 1:

قبولِ احمدیت سے پہلے کے حالات وواقعات

باب 2:

قبولِ احمدیت کے بعد کے حالات وواقعات

باب اول :

قبول احمدیت سے پہلے کے حالات زندگی

نام اور پیدائش

میرا نام قاری محمد عاشق ہے۔میں حیدر آباد تھل، تحصیل بھکر ضلع میانوالی (حال ضلع بھکر) میں پیدا ہوا۔قومی شناختی کارڈ کے مطابق میری تاریخ پیدائش 10 جون 1938ء ہے۔

خاندان اور بچپن

میرے والد محترم کا نام ماہلہ صاحب اور والدہ محترمہ کا نام مُلوکہ خاتون صاحبہ تھا۔ میرے ایک بھائی مکرم ملک محمد صادق صاحب ہیں اور ایک بہن تھیں (جو کہ وفات پا چکی ہیں)۔ میرا زراعت پیشہ قوم گھلُّو سے تعلق ہے۔میرا بچپن اپنے آبائی گاؤں چاہ **ببلیانوالا** (نزد حیدر آباد تھل) میں گزرا جس کا نیا نام اب ''بستی اسلام آباد'' ہے۔میری عمر صرف چھ ماہ تھی جب میرے والد صاحب کا انتقال ہو گیا تھا۔

حصولِ تعلیم

تعلیم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔اس مقصد کے لئے میں نے متعدد مدارس میں تعلیم حاصل کی ۔ سب سے پہلے میں نے اپنے قریبی قصبہ حیدر آباد تھل کے مدرسہ میں قرآن کریم حفظ کرنا شروع کیا۔ وہاں پر محترم حافظ فتح محمد صاحب قریشی پڑھایا کرتے تھے جن کا تعلق ایک زمیندار اور پیر گھرانے سے تھا۔ان کا زیادہ تر وقت اپنی پیری مریدی میں گزرتا تھا۔میں نے وہاں سوا دو پارے حفظ کرنے کے بعد ایک اور جگہ مرشد آباد نزد گوہر والا

ضلع بھکر کے مدرسہ میں محترم حافظ احمد یار صاحب سے 20 پارے تک حفظ کیا۔ پھر اس کے بعد اُترا (واں کیلا) متصل قائد آباد ضلع خوشاب میں پڑھتا رہا۔وہاں پر محترم حاجی محکم الدین صاحب سے میں نے حفظِ قرآن مکمل کیا۔ یہ 1953ء کا ذکر ہے جب میں نے وہاں عید میلاد النبی ﷺ کے بابرکت دن قرآن کریم حفظ مکمل کرنے کی سعادت پائی اور تکمیلِ حفظ کی خوشی میں وہاں پر موجود احباب اور طلباء میں کھجوریں تقسیم ہوئیں۔حفظ کرنے کے بعد وہاں پر صرف ونحو کے بنیادی قواعد پڑھے۔

اس کے بعد پہاڑ پور شمالی ضلع ڈیرہ اسماعیل خان چلا گیا (جو میرے گاؤں سے تقریباً 100 کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے)۔اُترا نزد قائد آباد سے پہاڑ پور شمالی کا یہ سفر میں نے پیدل طے کیا۔راستے میں دریائے سندھ (جو پاکستان کا سب سے بڑا دریا ہے) کشتی کے ذریعہ پار کیا۔وہاں اس وقت کے مشہور اور قابل استاد محترم جناب مولوی عبداللہ صاحب کے پاس تقریباً چھ ماہ تک صرف ونحو (عربی گرائمر) کی تعلیم حاصل کی۔

اس کے بعد میں نے بمقام عبدالحکیم ضلع ملتان (حال ضلع خانیوال) میں محترم قاری تاج محمد صاحب سے تجوید کی تعلیم حاصل کی۔قاری تاج محمد صاحب نابینا تھے۔آپ دیوبند کے فارغ التحصیل تھے اور سبعہ قراءت کے ماہر قاری اور اچھے استاد تھے۔مختلف لہجوں (مصری، حجازی، یمنی اور عراقی وغیرہ) سے پڑھنے کے بھی ماہر تھے۔

تعلیم کے حصول کے لئے مجھے درج ذیل مقامات پر بھی چند روز ٹھہرنے کا اتفاق ہوا۔

محلّہ چنداں والا جھنگ صدر، میرا شریف ضلع اٹک،

قصبہ پنجہ نزد مٹھہ ٹوانہ ضلع خوشاب ، جامع مسجد بلاک 1 سرگودھا شہر

یہاں پر اس بات کی وضاحت کر دوں کہ اتنے مدارس بدلنے یا چھوڑنے کی وجہ یہ تھی کہ ان مقامات پر بعض مشکلات اور دقتیں ہوا کرتی تھیں۔مثلاً طلباء کو استاد یا ان کے عزیز رشتہ داروں کے کام میں لگا دیا جاتا تھا، جن میں فصلوں کی کٹائی، کھیتوں میں کام کرنا یا بعض جگہ ریوڑ چرانے یا بعض دفعہ جنگل سے ایندھن کیلئے لکڑیاں چن کر اکٹھی کرنا اور پھر میلوں دور سر پر

اٹھا کر مقررہ جگہ پر پہنچانا اور جانوروں کے لئے چارہ کاٹنا وغیرہ قسم کے کام کرنے پڑتے تھے۔ ان کاموں کی وجہ سے پڑھائی کی طرف توجہ اور دھیان کم ہوجاتا تھا۔ اس لئے مجبوراً مدرسہ بدلنا پڑتا تھا۔ اکثر طلباء جو پڑھائی کا شوق رکھتے تھے وہ مدرسہ بدل لیتے تھے۔

میں نے سکول جا کر باقاعدہ دنیاوی تعلیم تو حاصل نہیں کی لیکن انہی مدارس میں اہلِ علم دوستوں اور اساتذہ سے ہی پڑھنا اور لکھنا سیکھا۔

پھر میں نے محترم مولانا قاری سعید الرحمان صاحب سے مدرسہ مسجد اہل حدیث چک بازار راولپنڈی صدر اور محترم قاری اظہار احمد صاحب تھانوی (جو پاکستان کے مشہور اور مستند قاری تھے) سے جامعہ مسجد اہلحدیث چینیاں والی لاہور میں کچھ عرصہ پڑھا۔ بعدازاں محترم قاری تاج محمد صاحب کے مدرسہ میں تجوید کا کورس مکمل کر کے قاری کی سند حاصل کی۔

اساتذہ کا مشفقانہ رویہ

میں اپنے اساتذہ کا بہت احترام کرتا، ہمیشہ ان کی اطاعت کرتا اور ان سے محبت کا رویہ رکھتا تھا۔ ان کے ذاتی کام کر کے بھی خوشی محسوس کرتا۔ اس وجہ سے میرے اساتذہ بھی میرے ساتھ بہت شفقت فرماتے تھے۔ اساتذہ کے اس مشفقانہ رویہ کی وجہ سے ساتھی طلباء بھی میرے ساتھ عزت واحترام سے پیش آتے۔

میری عمر تقریباً 22 سال تھی، جب میں خود ایک مدرسہ میں قرآن کریم پڑھا بھی رہا تھا۔ علم التجوید اور قراءت کے شوق میں مدرسہ کی ملازمت چھوڑ کر میں تجوید کا کورس کرنے کے لیے جامعہ مسجد اہل حدیث چینیانوالی، لاہور کے مدرسہ میں داخل ہوا۔ وہاں میں اپنے استاد محترم قاری اظہار احمد تھانوی صاحب سے اخلاص کا تعلق بڑھانے کے لیے ان کی خدمت کرتا۔ ان کی بیٹھنے کی جگہ اور کلاس روم اچھی طرح صاف کرتا جب کوئی بھی موجود نہ ہوتا تھا۔ استاد محترم اور ساتھیوں کو اتنی اچھی صفائی دیکھ کر یہ خیال ہونے لگا کہ یہ کون کرتا ہے۔ ایک دن مجھ پر کسی کی نظر پڑ گئی تو استاد محترم کو بھی پتہ چل گیا اور ان کا سلوک مجھ سے اور زیادہ مشفقانہ ہوگیا۔

درس وتدریس

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَ عَلَّمَہٗ کا ایک پہلو تو خاکسار نے پورا کر لیا تھا کہ قرآنِ کریم حفظ کیا اور تجوید سیکھنے کی توفیق پائی۔ اب اس حدیث مبارکہ کا دوسرا حصہ پورا کرنے کا موقع ملنا شروع ہوا تو میں نے تدریس کا سلسلہ بھی شروع کر دیا۔ مجھے درج ذیل مقامات پر تدریس کا موقع ملا۔

1) گوٹھ قاضی محمد بخش نزد پڈعیدن ضلع نواب شاہ، سندھ
2) مدرسہ یعقوبیہ بولٹن مارکیٹ نزد جنرل پوسٹ آفس، کراچی
3) مدرسہ زینۃ الفرقان عثمانیہ کالونی بالمقابل عثمانیہ کالج، ناظم آباد، کراچی
4) محمدی مسجد غرباءاہلحدیث برنس روڈ، کراچی
5) مسجد اہل حدیث ڈی بلاک، سیٹلائٹ ٹاؤن، سرگودھا
6) مسجد اہل حدیث چک بازار، راولپنڈی صدر
7) مسجد اہل حدیث بلاک نمبر 19، سرگودھا
8) مسجد اہل حدیث رام گڑھ، مغل پورہ، لاہور

چند واقعات

ہمارے علاقے کے ایک گاؤں شاہ سید علی میں ''چودھویں'' کے نام کا میلہ ہوتا ہے۔ چاند کی چودھویں کو ہونے کی وجہ سے اس میلہ کو چودھویں کہا جاتا ہے۔ مذہبی لوگ ان دنوں اپنا جلسہ کرتے اور دوسرے لوگ میلہ کی سرگرمیوں میں مشغول ہوتے ہیں۔ بچپن میں ایک دفعہ میں بھی وہاں جلسہ پر گیا (میری عمر اس وقت آٹھ سال کی ہوگی)۔ جلسہ میں میرے استاد صاحب نے مجھے کرسی پر کھڑا کر دیا اور کہا تلاوت کرو۔ میں نے وہاں تلاوت کی۔ یہ کسی مجمع میں میری پہلی تلاوت تھی۔

مجھے بچپن کا ایک اور واقعہ یاد آ رہا ہے، جب میں پڑھتا تھا تو ایک روز میں اور میرے استاد صاحب گاؤں پیدل جا رہے تھے کہ راستے میں عین سامنے سے ایک سانپ آ گیا۔ میرے استاد صاحب نے مجھے اٹھا لیا (میں اس وقت چھوٹا اور پتلا دبلا لڑکا تھا)۔ انہوں نے اپنی چھڑی سے اس سانپ کو مارا، جب مار لیا تو پھر مجھے نیچے اتارا۔

1960ء سے پہلے کا واقعہ ہے جب میں کراچی میں رہائش پذیر تھا۔ کبھی کبھی میں بھی ریڈیو پاکستان سے متصل مسجد میں نمازیں ادا کرتا تھا۔ وہاں کے امام الصلوٰۃ مولوی صاحب جو کہ حافظِ قرآن بھی تھے، مجھے کہنے لگے کہ آپ بھی حافظِ قرآن ہیں تو آپ میرے ساتھ منزل کی دہرائی کیا کریں۔ چنانچہ ہم دونوں ایک دوسرے کو قرآن کریم سنا کر دَور کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ حافظ صاحب کو کسی کام سے حیدرآباد جانا تھا تو انہوں نے مجھے کہا کہ میں ان کی عدم موجودگی کے دنوں میں نماز پڑھاؤں۔ میں نے کچھ دن وہاں نمازیں پڑھائیں تو مسجد کی انتظامیہ نے مجھے کہا کہ آپ ہمیں مستقل برکت بخشیں اور ہماری مسجد کے امام الصلوٰۃ بن جائیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم آپ کو تنخواہ بھی پہلے امام الصلوٰۃ سے زیادہ دیں گے۔ لیکن میں نے انکار کر دیا کیونکہ میں پسند نہیں کرتا تھا کہ کوئی میری وجہ سے بے روزگار ہو۔

راولپنڈی کا واقعہ ہے کہ میں قرآن کریم پڑھانے کی غرض سے مسجد اہل حدیث راجہ بازار راولپنڈی گیا۔ یہاں میری ملاقات مولانا اسماعیل ذبیح صاحب سے ہوئی جو وہاں خطیب اور امام مسجد تھے۔ انہوں نے مجھ سے قراءت کی سند طلب کی۔ میرے پاس یہ سند نہیں تھی، میری تو سند کی طرف توجہ بھی نہ تھی۔ میں نے ان سے کہا کہ آپ میری قراءت سن لیں۔ لیکن انہوں نے میرے پاس قاری کی سند نہ ہونے کی وجہ سے مجھے رکھنے سے انکار کر دیا۔

میں وہاں سے مسجد اہل حدیث چک بازار راولپنڈی صدر چلا گیا جہاں مجھے تدریس کا موقع مل گیا۔ ایک دن میں یہاں نماز کی امامت کروا رہا تھا۔ اتفاق سے مولانا اسماعیل ذبیح صاحب نے وہاں میری اقتداء میں نماز پڑھی۔ میری قراءت سن کر متاثر ہوئے۔ مجھے مل کر انہوں نے اپنی مسجد میں بلانا چاہا لیکن میں نے اس لیے انکار کر دیا کہ میں اب یہاں بات طے کر چکا تھا۔ اس واقعہ کے بعد میری توجہ قراءت کی سند کی طرف ہوئی۔ چنانچہ میں نے محترم قاری تاج محمد صاحب کے مدرسہ بمقام عبدالحکیم ضلع ملتان (حال ضلع خانیوال) جا کر تجوید کا

سندِ تجوید و قراءت کا عکس


بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شهادة القراءة والتجويد للفرقان الحميد

کورس مکمل کر کے قاری کی سند حاصل کی۔ (یہاں میں نے پہلے بھی قاری صاحب موصوف سے تجوید کی تعلیم حاصل کی تھی)

شیخ التفسیر مولانا احمد علی صاحب سے متاثر ہو کر ان کی بیعت

ایک دفعہ میں اور حاجی سیٹھ محمد یوسف صاحب کراچی سے لاہور آکر شیخ التفسیر مولانا احمد علی صاحب کے پاس حاضر ہوئے۔ پہلے ایک وقت تو سیٹھ یوسف صاحب مولانا صاحب کے مرید ہوئے تھے۔ اب ان کی تحریک پر میں مولانا صاحب سے متاثر ہو کر ان کی بیعت کے لیے حاضر ہوا۔ نمازِ فجر کے بعد میں نے بیعت کی درخواست کی۔ اس وقت دو اور افراد نے بھی بیعت کی درخواست کی۔ مولانا موصوف نے ان سے پوچھا کہ آپ نے پہلے بھی کہیں بیعت کی ہے؟ انہوں نے بتایا، ہاں تو فرمانے لگے کہ آپ کے لیے وہی بہتر ہے۔ اور اس کے بعد میری بیعت لے لی۔

عشق قرآن کا ایک ایمان افروز واقعہ

میں ایک دفعہ سندھ میں سفر پر تھا، ایک ریلوے اسٹیشن پر بیٹھا تھا کہ ایک صاحب تشریف لائے۔ سلام دعا کے بعد مجھے کہنے لگے کہ مجھے معلوم ہو رہا ہے کہ آپ حافظِ قرآن ہیں۔ جب میں نے ہاں میں جواب دیا تو وہ بتانے لگے کہ میں ایک سرکاری افسر تھا، دنیا کے کاموں میں مگن رہتا تھا لیکن اب مجھے دنیاداری سے نفرت سی ہوگئی ہے۔ اب میں بس اللہ اللہ کرتا ہوں اور مجھے قرآن کریم سننے کا بہت شوق ہے۔ آپ مہربانی کر کے مجھے کچھ قرآن کریم سنائیں۔ چنانچہ میں اس کے ساتھ ہولیا اور ایک قریبی مسجد میں جہاں اور کوئی نہ تھا بیٹھ کر قرآن کریم کا ایک رکوع سنایا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور کہا کہ کچھ اور سنائیں، ابھی تشنگی ہے۔ میں نے پھر سنایا۔ اس نے پھر کہا ابھی دل نہیں بھرا اور سنائیں۔ چنانچہ میں نے مزید کچھ حصہ کی تلاوت کی۔ اس کے بعد وہ کہنے لگا کہ آپ تھوڑی دیر تشریف رکھیں میں ابھی آتا ہوں۔ اس کا گھر شاید

قریب ہی تھا۔ وہ کچھ دیر بعد جوار کی روٹی جو گھی میں تلی ہوئی تھی اور ساتھ فرائی مچھلی لے کر آیا اور کہا آپ یہ تناول فرمائیں۔ میں چونکہ تھل (ریگستان) کے علاقے کا رہنے والا تھا، اس سے پہلے مجھے کبھی مچھلی کھانے کا اتفاق نہیں ہوا تھا۔ میں نے کہا کہ میں تو مچھلی نہیں کھاتا۔ انہوں نے کہا چکھ کر دیکھیں انشاء اللہ آپ کو پسند آئے گی اور آپ آئندہ بھی کھایا کریں گے۔ میں نے وہ جوار کی روٹی اور فرائی مچھلی کھائی جس کا ذائقہ بہت اچھا تھا۔ میں آج تک اس کی لذت نہیں بھولا۔

بدعات سے اجتناب

خاکسار قبول احمدیت سے پہلے بھی بدعات پر عمل نہیں کرتا تھا اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی پابندی کی کوشش کرتا۔

غالباً 1955ء کی بات ہے کہ ٹنڈو جان محمد کی جامع مسجد میں مجھے رمضان المبارک میں تراویح میں قرآن کریم سنانے کی سعادت ملی۔ (یہاں مجھے دوسری مرتبہ تراویح کا موقع مل رہا تھا) اس دوران ایک دن کسی معزز آدمی کا انتقال ہوگیا۔ ان کا حلقہ احباب کافی وسیع تھا۔ جامع مسجد کے خطیب کو کسی وجہ سے فارغ کر دیا گیا تھا جس وجہ سے اُن دنوں خاکسار ہی وہاں پنجگانہ نمازوں کی امامت کروا رہا تھا۔ وہاں موجود سرکردہ افراد نے اصرار کیا کہ میں ہی جنازہ پڑھاؤں۔ میں نماز جنازہ اس وجہ سے نہیں پڑھانا چاہتا تھا کہ میں چھوٹی عمر کا ہوں۔ میں نے انہیں بہت سمجھایا کہ ایک تو میں نے اس سے پہلے کبھی نمازِ جنازہ نہیں پڑھائی اور دوسرے عمر کے لحاظ سے میں ابھی نوجوان ہی ہوں۔ اس لیے کوئی بزرگ جنازہ پڑھا دے۔ بہرحال ان کے اصرار پر میں نے جنازہ پڑھا دیا۔ جنازہ پڑھانے کے بعد میں نے دیکھا کہ لوگ کھڑے ہیں تو میں سمجھ گیا کہ یہ کچھ مزید دعا کے خواہاں ہیں۔ میں نے انہیں کہا کہ جنازہ ہو چکا ہے یہی دعا ہے اس لیے جنازہ اٹھائیں مزید کسی دعا کی ضرورت نہیں۔ چنانچہ جنازہ اٹھایا گیا اور تدفین ہوگئی۔

اس جنازہ میں تین فرقوں کے لوگوں نے شمولیت کی تھی۔ دیو بندی، بریلوی اور اہل حدیث۔ شاید شیعہ بھی ہوں۔ اہل حدیث میرے اس فعل سے بہت خوش تھے کہ ایک آدمی تو

ایسا آیا جس نے ٹھیک ٹھیک مسئلہ پر نہ صرف عمل کیا بلکہ برملا کہہ بھی دیا لیکن بریلوی حضرات کے بارہ میں معلوم ہوا کہ وہ بہت ناراض و مشتعل ہیں۔ چنانچہ میرے خلاف باتیں شروع ہو گئیں۔ بریلویوں کے ایک مولوی صاحب نے مجھے چائے پر بلایا اور مجھ سے اپنے علاقے اور عقائد کے بارہ میں کچھ سوال کئے۔ میرے جوابوں سے انہوں نے اندازہ لگا لیا کہ میں پکا دیوبندی ہوں۔ میرے بارہ میں مزید یقین کرنے کے لیے وہاں میری موجودگی میں محفلِ میلاد بھی منعقد کی گئی۔ کسی میلاد میں شامل ہونے کا میرا پہلا موقع تھا۔ میں نے ان کا سارا سلسلہ دیکھا۔ ان کے مولوی صاحب وعظ کرتے کرتے اچانک اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا حضورﷺ تشریف لے آئے ہیں پھر صلوٰۃ وسلام پڑھنے لگے۔ میں یہ دیکھ کر وہاں سے اٹھ کر چلا آیا۔ اس وجہ سے وہاں فضا بہت خراب ہوگئی۔ مجھے کچھ دوستوں نے بتایا کہ آپ کے اٹھ کر چلے جانے سے آپ کی بہت مخالفت ہوگئی ہے۔ شاید آپ کو تراویح بھی چھوڑ کر جانا پڑے۔

اس دوران میں کچھ بیمار ہوگیا اور تراویح پڑھانے کے قابل نہ رہا تو میں نے کہا کہ میں بیٹھ کر پڑھاتا ہوں اور تم کھڑے ہو کر پڑھ لو۔ میری یہ بات بھی انہوں نے مان لی۔ لیکن پھر میں نے وہاں سے جانے کا ہی ارادہ کر لیا اور چلا گیا۔ خیال تھا کہ کسی دوسری جگہ قرآن کریم کا باقی حصہ سنانے کا موقع مل جائے تو بہتر ہے۔ چنانچہ میں نے ایک جگہ کا جائزہ لیا اور دیکھا کہ یہاں کوئی ایسی صورت نہیں ہوسکتی تو دوسری گاڑی سے اس سے آگے جانے کا ارادہ کیا۔ ٹکٹ کے حصول میں کچھ دیر ہوگئی کہ دو تین احباب ٹنڈو جان محمد کے وہاں آ گئے اور انہوں نے بڑی عاجزی سے منت سماجت کی۔ انہوں نے کہا ہمارا کوئی قصور نہیں ہم سب لوگ یہ چاہتے ہیں کہ آپ نہ صرف رمضان بلکہ بعد میں بھی ہمارے پاس رہیں۔ چنانچہ میں ان کے ساتھ چلا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فضل کیا اور پھر وہاں پر بہت اچھا وقت گزرا۔ اس مسجد کے متولی مکرم محمد رمضان صاحب سندھی جو نیوز ایجنٹ تھے۔ بہت اچھے انسان تھے۔ انہوں نے میرا ہر طرح خیال رکھا۔

اس علاقے کا ایک اور واقعہ ہے کہ وہاں یہ رواج تھا کہ فرض نمازوں کے بعد امام الصلوٰۃ ہاتھ اٹھا کر تین مرتبہ دعا کرواتے، ہر بار دعا کر کے منہ پر ہاتھ پھیرتے، اور اس طرح

نماز کا اختتام کرتے۔ مجھے بھی کہا گیا کہ دعا کروائیں۔ کچھ دن تو میں نے بھی ویسے ہی کیا۔ لیکن بعد میں ان کو سمجھانے کے لیے میں نے یہ طریق اختیار کیا کہ پہلی دعا ہی اتنی لمبی کروائی کہ وہ لوگ تھک گئے۔ جب پہلی دعا مکمل ہوئی تو کچھ لوگ جانے کے لئے اٹھے۔ میں نے کہا ابھی ٹھہریں دو مرتبہ دعا کرنا ابھی باقی ہے۔ لوگ کہنے لگے کہ ایک بار ہی کافی ہے۔ میں نے کہا میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ دعا کو مذاق نہ بنایا جائے نہ ہی بار بار اس طرح کیا جائے کہ اس کا تقدس پامال ہو جائے۔ اس کے بعد ان کی بار بار ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کی عادت ختم ہوگئی۔ الحمدللہ

چوآسیدن شاہ (چکوال) کا ایک واقعہ

چوآسیدن شاہ (چکوال) میں ایک آفیسر (Coal mines) میرے واقف کار دوست تھے جن کے پاس ایک بار جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں کے مقامی ملازمین کے ذریعے کسی سرکردہ آدمی کو پتہ چلا کہ ان کے پاس کوئی قاری صاحب آئے ہیں اور ان کے پاس رہ رہے ہیں۔ اس کے بعد تین چار افراد وہاں آئے اور مطالبہ کیا کہ آپ کے پاس جو قاری صاحب آئے ہیں وہ ہماری جامع مسجد میں نمازِ تراویح پڑھائیں۔ میرے ان دوست نے اُن کی خواہش کا ذکر کرتے ہوئے مجھے کہا تو میں نے نمازِ تراویح پڑھانے کے لیے آمادگی ظاہر کر دی۔

بعد ازاں رمضان شروع ہونے سے ایک دن پہلے وہ دوبارہ آئے اور یہ پوچھنے لگے کہ آپ دیوبندی ہیں یا بریلوی؟

میں نے سوچا اب معاملہ خراب ہے، یہ لوگ تو اپنی رسموں اور بدعات کی وجہ سے پوچھ رہے ہیں۔ لیکن اب انکار کا بھی وقت نہ تھا کہ کسی اور جگہ جا سکوں۔ اس مسئلہ کا میں نے یہ حل کیا کہ میں تو مسلمان ہوں۔ رہا دیوبندی یا بریلوی کا سوال۔ دیوبند اور بریلی کے شہر تو ہندوستان میں ہیں۔ میں تو تھل حیدر آباد کا رہنے والا ہوں اور لاہور سے آگے نہیں گیا۔

پھر میں نے تراویح پڑھانی شروع کر دیں کچھ دنوں کے بعد وہاں کے کچھ لوگ جو اپنے طریق کے مطابق مجھ سے چاہتے تھے کہ میں بھی وہ رسمیں اختیار کروں تو میں نے حکمت عملی سے

ان کی رسموں سے بچنے کی کوشش کی۔ میں نے ان سے کہا کہ جو آپ مجھے کہہ رہے ہیں مجھے اس کے بارے میں کسی عربی کتاب کا حوالہ دیں۔ میں نے کہا کہ کسی عربی کتاب کے حوالے سے ان کے طریق وعمل کا ثبوت اگر ملے گا تو میں کروں گا۔ چنانچہ وہ کوئی ایسا ثبوت پیش نہ کر سکے اور میں اللہ کے فضل سے نامناسب رسوم اور بدعات کے عمل سے بچ گیا۔ فالحمدللہ علی ذالک

زندگی کا رخ موڑنے والا ایک اہم واقعہ

میرے ساتھ نوجوانی کی عمر میں ایک ایسا اہم واقعہ پیش آیا جس نے میری زندگی کا رُخ مکمل طور پر تبدیل کر دیا۔ یہ 1957ء کا واقعہ ہے جب میں کراچی میں تھا۔ وہاں بعض اہلِ علم دوستوں کے ساتھ میرا اُٹھنا بیٹھنا تھا۔ میں اکثر ان کے پاس چلا جاتا، وہاں پر اخبار کا مطالعہ کرتا اور کچھ علماء کے ساتھ مجلس بھی رہتی تھی۔ ایک دن میں وہاں بیٹھ کر اخبار پڑھ رہا تھا کہ ایک دوست جن کے زیرِ مطالعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کوئی کتاب تھی کہنے لگے: یار کمال ہے، میں نے کہا۔ بھائی کیا کمال ہے۔ کہنے لگے کہ ہمارے علماءِ کرام مختلف آیات کے ناسخ منسوخ کا عقیدہ رکھتے ہیں جبکہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کہتے ہیں کہ قرآن کریم کا ایک شعشہ تک بھی منسوخ نہیں۔

یہ سن کر میرا دھیان فوراً اس طرف مبذول ہوا کہ جس طرح بعض دوسرے لوگ غلط باتیں مسلک اہلِ حدیث سے منسوب کرتے ہیں کہ یہ لوگ گستاخِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور بے ادب ہیں (نعوذ باللہ) جبکہ میں اپنے خیال میں اہلِ حدیث کے بارہ میں تحقیق کر چکا تھا کہ وہ دیگر مسلمانوں کی نسبت سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ پابند اور قریب ہیں۔ میں نے یہ سوچا اور معاً یہ بات میرے ذہن میں آئی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ جس طرح اہلِ حدیث کے بارہ میں غلط باتیں پھیلائی جاتی ہیں بعینہٖ احمدیوں کے بارہ میں بھی لوگ خلافِ واقعہ یا غلط بیانی سے کام لیتے ہوں۔ چنانچہ ضروری ہے کہ ان کے بارہ میں بھی تحقیق کی جائے کہ آیا یہ سچے ہیں یا جھوٹے؟ ہم یونہی سنی سنائی باتوں کی وجہ سے گناہ گار ہو جائیں اور سچائی کو ماننے سے محروم رہ جائیں۔

اس اعتبار سے میرے لیے یہ بات نئی اور حیران کن تھی کہ ایک طرف تو دیگر مسلمان فرقوں کے نزدیک بانی جماعت احمدیہ خدا اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن ہیں اور دوسری طرف مرزا صاحب کا یہ اعلیٰ عقیدہ کہ قرآن کریم کی کوئی آیت اور کوئی شعشہ تک منسوخ نہیں جبکہ دیگر مسلمان کسی نہ کسی رنگ میں ناسخ اور منسوخ کے عقیدہ کے حامی ہیں۔

جماعت احمدیہ کے بارہ میں تعارف اور رابطہ

یہ وہ واقعہ تھا جس نے میرے دل و دماغ میں نئی روشنی کی کرن جگا دی۔ میری توجہ جماعت احمدیہ اور بانی جماعت احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کی طرف مبذول ہو گئی۔

اللہ تعالیٰ نے مجھے حضرت بانی جماعت احمدیہ کے غلاموں میں شامل کرنا تھا۔ اس کا انتظام اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا کہ جس جگہ کچھ اہلِ علم دوستوں کا دفتر تھا اسی عمارت کے دیگر فلیٹس میں اوپر اور نیچے احمدیوں کی رہائش تھی لیکن اُن کے ساتھ میری واقفیت نہ تھی۔

ایک دن میں احمدیت کے بارہ میں تعارف حاصل کرنے کے لئے احمدیہ ہال میں نماز کے بعد چلا گیا جہاں میری ملاقات احمدی احباب سے ہوئی۔ میں نے نماز کے بعد مجلس میں بیٹھے ہوئے احباب سے مخاطب ہو کر عرض کی کہ خاکسار اختلافی مسائل کے بارہ میں کچھ معلومات چاہتا ہے اس بارہ میں میری راہنمائی کی جائے۔ وہاں بیٹھے دوستوں نے ایک دوست کی طرف اشارہ کیا جو غالباً سیکرٹری اصلاح وارشاد تھے۔ خاکسار تو اس وقت عہدوں کی اصطلاحات سے ناواقف تھا۔ بہرحال وہ دوست مجھے احمدیہ ہال سے شمال کی جانب بندر روڈ کی طرف اپنے گھر لے گئے اور مجھے کچھ کتب پڑھنے کے لیے دیں۔ میں نے وہ کتب مطالعہ کیں اور پھر اپنے انہی اہلِ علم دوستوں میں سے ایک مولوی صاحب کو بھی دکھائیں کہ یہ تو عین اسلام ہے۔ مولوی صاحب نے کہا کہ آپ بہت شریف انسان ہیں آپ کو نہیں معلوم اس لیے میں آپ کو بتاتا ہوں کہ مرزا صاحب کی چھوٹی کتابوں میں جو عقائد درج ہیں وہ اسلام کے مطابق ہیں۔ یہ وہ کتب ہیں جو

انھوں نے شروع زمانے میں تحریر کی تھیں (کیونکہ وہ ایک مسلمان گھرانہ سے تعلق رکھتے تھے)۔ لیکن بڑی کتب جو بعد میں تحریر کی گئی ہیں ان میں مرزا صاحب نے جھوٹے اور باطل خیالات اور عقائد لکھے ہیں (نعوذ باللہ) اس لیے کوئی بھی احمدی آپ کو مرزا صاحب کی بڑی کتابیں نہ تو دکھائے گا نہ پڑھنے کے لیے دے گا۔ چنانچہ میں ایک دو دن بعد پھر احمدیہ ہال گیا۔ میں نے شکریہ کے ساتھ وہ کتب واپس کیں اور ان سے کہا کہ میں نے یہ کتب پڑھ لی ہیں ،اب مجھے حضرت مرزا صاحب کی کوئی بڑی کتاب دیں ،جس پر ان دوستوں نے کہا کہ آپ اُن کتب کو سمجھ نہیں سکتے۔ میں نے بڑا اصرار کیا کہ مجھے بڑی کتب بھی مطالعہ کے لیے دیں۔ وہ مجھے کوئی بڑی کتاب دینے سے گریز کرتے رہے، یہ کہتے ہوئے کہ آپ کو اُن کی سمجھ نہیں آئے گی۔ اس کے علاوہ انہوں نے کوئی اور عذر پیش نہیں کیا۔ میں نے دل میں سوچا کہ اُن مولوی صاحب نے شاید ٹھیک ہی کہا تھا، لہٰذا میں بددل ہو کر احمدیہ ہال سے اُٹھ آیا۔ یوں یہ سلسلہ ایک وقت تک کے لیے یہیں رُک گیا اور کافی عرصہ خاموشی میں گزر گیا۔

اس کے بعد میں عبدالحکیم ضلع ملتان (حال ضلع خانیوال) میں علمِ تجوید پڑھنے کے لیے مدرسہ میں داخل ہوا تو وہاں یہ سلسلہ دوبارہ شروع ہو گیا۔ یہاں میری رہائش مسجد اہل حدیث سے ملحقہ ایک کمرہ میں تھی کیونکہ وہاں مجھے اہلِ حدیث امام الصلوٰۃ کے پیچھے نماز پڑھنے کی سہولت میسر تھی۔ حسنِ اتفاق دیکھئے کہ وہاں میری ملاقات ایک ایسے اہلِ حدیث دوست سے ہوئی جو احمدی عقائد کو جانتے بھی تھے اور بیان بھی کرتے رہتے تھے کیونکہ ان کے والد احمدی تھے۔ ان کے ساتھ گاہے بگاہے جماعت احمدیہ کے عقائد کے بارہ میں بات ہوتی رہتی تھی۔ یوں مجھے بھی جماعت احمدیہ کے بارہ میں معلومات حاصل ہوتی رہیں لیکن اس وقت نہ تو کسی احمدی سے ملنے کا موقع ملا، نہ ہی میری توجہ اس طرف گئی کہ کسی احمدی سے ملنا چاہئے۔

کچھ عرصہ کے بعد مجھے لاہور سے سرگودھا جانے کا اتفاق ہوا۔ میں طارق ٹرانسپورٹ کی ایک بس میں سوار ہوا (غالباً وہ کسی احمدی کی بس تھی)۔ جب وہ بس ربوہ اڈہ پر پہنچی تو ڈرائیور نے مسافروں سے کہا کہ ہمارے ایک بزرگ وفات پا گئے ہیں۔ ہم آگے نہیں جائیں گے اس

لیے آپ اپنا اپنا کرایہ لے لیں اور کسی اور بس پر سوار ہو جائیں۔ اور اگر کسی نے ٹھہرنا ہو تو وہ سامنے دارالضیافت ہے وہاں رات ٹھہر جائے۔ اُس وقت دارالضیافت بیت مبارک کے احاطہ کے گیٹ کے ساتھ کوارٹر میں تھا۔ یہ مغرب کا وقت تھا، باقی مسافر تو کرایہ لے کر دوسری بسوں میں سوار ہو کر چلے گئے جبکہ میں نے سوچا چلو آج بہتر موقع ہے احمدیوں کو قریب سے دیکھا جائے اور کچھ مسائل کا بھی علم ہو جائے گا۔ چنانچہ میں دارالضیافت آ گیا۔ وہاں لوگوں کی باہمی گفتگو سے پتہ چلا کہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے کی وفات ہوئی ہے جس کی وجہ سے پاکستان بھر سے احمدی ربوہ آ رہے ہیں۔

میں نے بیت مبارک جا کر اپنی الگ نماز ادا کی اور پھر رات رُکنے کے لیے دارالضیافت چلا آیا۔ میں نے رات بھر کچھ نہ کھایا۔ میری کسی کے ساتھ واقفیت نہ تھی اور کراہت بھی تھی اس لیے چارپائی پر لیٹا رہا۔ رات بھر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کے بارہ میں آنے والے مہمانوں کی باتیں سنتا رہا۔

صبح اٹھ کر میں نے فجر کی نماز پھر بیت مبارک میں ادا کی۔ نمازِ فجر حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس نے پڑھائی لیکن میں نے چونکہ اپنی الگ نماز ادا کرنا تھی اس لیے میں نے یہ وقت وضو کرتے ہوئے گزارا۔ پیاس لگی تو پانی بھی پیا لیکن ٹونٹی کو دھو کر۔ جب نماز ہو چکی تو میں نے اپنی نماز الگ سے پڑھی اور دارالضیافت واپس آ کر اپنا بیگ لیا۔ جب میں جانے کے لیے نکلنے لگا تو کارکنوں نے اصرار کیا کہ آپ نے رات کو بھی کھانا نہیں کھایا اور اب بھی بغیر ناشتہ کیے جا رہے ہیں۔ ہم تو آپ کو ایسے نہیں جانے دیں گے، آپ ناشتہ کر کے ہی جائیں۔ میں نے بہانہ بنایا اور کہا کہ مجھے جلدی ہے اور بھوک بھی نہیں ہے۔ میں نے یہ کہہ تو دیا لیکن میرے دل میں یہ خیال بیٹھ گیا خواہ یہ لوگ مسلمان نہیں ہیں پھر بھی خدا تعالیٰ ان کو بخش دے گا کیونکہ یہ لوگ بہت اچھے ہیں۔ اس دن سے میرے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ جماعت احمدیہ کے بارہ میں مزید تحقیق ضرور کرنی چاہئے۔

خوابوں کے ذریعے ہدایت کی طرف راہنمائی

میں ربوہ سے واپس چل دیا اور جامع مسجد اہل حدیث سرگودھا جہاں میں پڑھاتا تھا وہاں پہنچا۔ وہاں مجھے دعائیں کرنے کا موقع ملا۔ اس کے بعد سورۃ الاعراف کی آخری آیت مجھے خواب میں دکھائی گئی اور زبان پر بھی جاری ہوئی:

اِنَّ الَّذِیۡنَ عِنۡدَ رَبِّکَ لَا یَسۡتَکۡبِرُوۡنَ عَنۡ عِبَادَتِہٖ وَیُسَبِّحُوۡنَہٗ وَلَہٗ یَسۡجُدُوۡنَ ۔ (الاعراف، آیت 207)

ترجمہ: یقیناً وہ لوگ جو تیرے رب کے حضور حاضر رہتے ہیں، اس کی عبادت میں تکبر نہیں کرتے اور اس کی تسبیح کرتے ہیں اور اسی کے سامنے سجدہ ریز ہوتے ہیں۔

جب میں ٹنڈو جان محمد میں تھا، وہاں بھی اللہ تعالیٰ نے خوابوں کے ذریعہ احمدیت کی طرف میری راہنمائی فرمائی۔ میں نے دو خواب دیکھے۔ ایک میں یہ نظارہ دیکھا کہ سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے پر سوار سفید لباس میں ملبوس ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گھوڑا مشرق سے فضا میں بلند ہو رہا ہے۔ پھر دیکھا کہ آپ کی سواری مشرق سے ہوتے ہوئے جنوب سے مغرب کی طرف جا رہی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سیدنا حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، اور حضرت علیؓ کی سواریاں گزر رہی ہیں۔

ایک اور خواب میں یہ عربی الفاظ سنے: اِسۡمَعُوا صَوتَ السَّمَآءِ جَآءَ المَسِیحُ ۔

ترجمہ: آسمان کی آواز سنو کہ مسیح آ گیا ہے۔

اُس وقت تو اِن الفاظ سے میرا دھیان احمدیت کی طرف نہ گیا لیکن احمدی ہونے کے بعد یہ یاد آیا کہ وہ خواب پورے ہوئے ہیں۔

الحمدللہ علیٰ ذالک

جلسہ سالانہ ربوہ میں شمولیت کا ارادہ

ربوہ میں اتفاقیہ طور پر ایک رات کے قیام نے میرے دل و دماغ پر گہرا اثر کیا۔ چونکہ براہ راست میرا کسی احمدی دوست سے رابطہ نہ تھا جس سے مزید تبادلہ خیال کرتا۔ اس لئے ایک مرتبہ جامع مسجد سرگودھا جہاں پر میں تدریس کے شعبہ سے منسلک تھا، ایک محفل میں موجود لوگوں سے خود ہی جماعت احمدیہ کے متعلق بات شروع کی اور معلوم کرنا چاہا کہ جماعت احمدیہ کا کوئی جلسہ یا عرس ہوتا ہے۔ وہاں موجود غیر احمدی دوستوں میں سے کسی نے بتایا کہ ہر سال دسمبر کے آخری ایام میں عموماً 26، 27 اور 28 کو جلسہ ہوتا ہے۔ اس میں تقاریر اور پروگرام ہوتے ہیں تو میں نے اپنے ذہن میں پروگرام بنایا کہ دسمبر کی ان تاریخوں میں ربوہ جاؤں گا اور جلسہ دیکھوں اور سنوں گا۔ جب یہ تاریخیں قریب آ گئیں تو میں نے اپنے ذہن میں جلسہ پر جانے کا پختہ پروگرام بنا لیا۔ اتفاق ایسا ہوا کہ انہیں دنوں میں اُس وقت کے امیر جماعت اہل حدیث محترم سید داؤد احمد صاحب غزنوی فوت ہو گئے اور وہاں کے خطیب مولوی محمد اسحاق صاحب مجھ سے مخاطب ہو کر کہنے لگے کہ میں نے امیر صاحب کے جنازہ پر جانا ہے اور نئے امیر کا انتخاب بھی ہونا ہے اس لیے میں چند روز کے لیے لاہور جا رہا ہوں اور آپ اس عرصہ میں تدریس کے علاوہ امام الصلوٰۃ کے فرائض بھی سرانجام دیتے رہیں۔ چونکہ موقع ایسا تھا کہ اس میں مَیں مزید کوئی عذر پیش نہیں کر سکتا تھا مجبوراً مجھے رہنا پڑا اور میں جلسہ میں شامل نہ ہو سکا لیکن طبیعت پر بہت اثر تھا کہ میں جلسہ پر نہیں جا سکا۔

چنانچہ ردعمل کے طور پر میں نے ارادہ کر لیا کہ یہاں سے استعفیٰ دے کر کسی اور جگہ خدمت کر لوں جہاں کبھی مجھے عارضی طور پر بھی نماز نہ پڑھانی پڑے۔ اس لیے میں نے وہاں کی انتظامیہ کے سامنے تین شرائط رکھیں۔ (1) میری تنخواہ بڑھائی جائے۔ (2) میں جب بھی کہیں جاؤں گا تو عدم موجودگی کی صرف اطلاع کروں گا چھٹی کی درخواست نہیں کرونگا۔ (3) میں صرف تدریس کے فرائض سرانجام دوں گا اور نمازوں کی امامت نہیں کروں گا۔

انہوں نے میری پہلی دوشرطیں مان لیں لیکن تیسری اور آخری شرط کیلئے حوالہ دیا کہ حدیث شریف میں ہے: يَؤُمُّ الْقَوْمَ أَقْرَؤُهُمْ لِكِتَابِ اللّٰهِ

(صحیح مسلم، کتاب المساجد ، باب من أحق بالإمامة)

کہ امامت کے لئے زیادہ موزوں شخص وہ ہے کہ جسے قرآن کریم زیادہ حفظ ہو اور جس کے پاس قرآن کریم کا زیادہ علم ہو۔ اس پر عمل کرتے ہوئے آپ حافظ ہیں، قاری بھی ہیں اور آواز بھی اچھی ہے لہذا درخواست ہے کہ اس حدیث پر عمل کیا جائے۔

میں نے معذرت کی اور کہا کہ آپ میرا استعفیٰ ہی قبول کرلیں۔ چنانچہ میں وہاں سے استعفیٰ دے کر لاہور میں ایک جگہ رام گڑھ مغل پورہ چلا گیا۔

تحقیق کی غرض سے صدر انجمن احمدیہ ربوہ کو خط

خاکسار سرگودھا سے فارغ ہوکر لاہور میں رام گڑھ مغل پورہ کے قریب پڑھانے لگا۔ چونکہ مجھے جماعت احمدیہ سے رابطہ کا کسی قسم کا علم نہ تھا اس لیے صدر انجمن احمدیہ ربوہ کو تحقیق کی غرض سے خط لکھا کہ میں جماعت کے متعلق عقائد کی معلومات چاہتا ہوں، میری راہنمائی کی جائے۔ نظارت اصلاح وارشاد کی طرف سے مجھے (پوسٹ کارڈ پر) جواب موصول ہوا کہ آپ ہمارے مربی مکرم شیخ عبدالقادر صاحب سابق سوداگرمل سے دلی دروازہ والی بیت (۔) میں مل لیں اور ان سے رابطہ کریں۔ خاکسار نے دلی دروازہ کی بیت (۔) تلاش کرنا شروع کر دی۔ معروف راستوں پر موجود بیوت (۔) کا جائزہ لیا تو بیت (۔) احمدیہ مجھے دکھائی نہ دی۔ میں نے پھر خط لکھا کہ میں یہاں اجنبی ہوں اور لاہور کے ان علاقوں اور راستوں کو نہیں جانتا۔ مجھے یہ بتائیں کہ بیت (۔) احمدیہ اندرون دلی دروازہ میں ہے کہ بیرون دلی دروازہ میں؟ اور ساتھ کسی مشہور گلی یا سڑک کا بھی لکھیں۔ نظارت اصلاح وارشاد کی طرف سے مجھے جواب آیا کہ بیت (۔) احمدیہ بیرون دلی دروازہ کے شاہ محمد غوث صاحب کے مزار کے قریب واقع ہے۔ بالآخر میں نے بیت (۔) تلاش کرلی۔

اس خط کے چند دن بعد میں مدرسہ کی مسجد میں بیٹھا تھا کہ ایک اجنبی مسجد میں داخل ہوا، اس کی وضع قطع سے میں نے اندازہ کرلیا کہ یہ احمدی دوست ہیں (وہ اجنبی مکرم مبارک احمد جمیل صاحب تھے)۔ وہ میرے پاس آئے اور میرا نام پوچھا۔ اس کے بعد وہ خطوط جو میں نے ربوہ لکھے تھے وہ دکھائے۔ انہوں نے پوچھا کہ کیا یہ آپ کے تحریر کردہ خطوط ہیں؟ میں نے کہا جی ہاں میرے ہیں اور میں نے ہی لکھے تھے۔ اُس وقت میں نے مدرسہ میں چھٹی کردی۔ پھر اُن سے بات چیت ہوتی رہی۔ اس کے بعد وہ میرے پاس گاہے بگاہے آکر ملنے لگے۔

صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے موضوع پر مباحثہ

وہاں مربی صاحب بھی میرے پاس آنے جانے لگے اور یوں احمدیت کے بارہ میں گفتگو آگے بڑھنے لگی۔ (اُس وقت وہاں مکرم شیخ عبدالقادر صاحب سابق سوداگرمل مربی سلسلہ تھے) جب اہل حدیث دوستوں کو پتہ چل گیا کہ جماعت احمدیہ کے مربی میرے پاس آتے جاتے ہیں تو انہوں نے مجھے پہلے پہل تو یہ کہا کہ آپ ان کو اپنے پاس آنے سے روک دیں۔ میں نے حکمت کے ساتھ اپنے دوستوں کو سمجھانے کی کوشش کی کہ مربی صاحب کو منع کرنا اخلاقی لحاظ سے مناسب نہیں بلکہ وہ خود ہی تنگ آکر آنا جانا چھوڑ دیں گے لیکن ان کا اصرار جاری رہا کہ مربی صاحب کو روکیں۔

جب ان دوستوں کا اصرار بڑھ گیا تو میں نے اِس کا حل یہ نکالا کہ میں نے ان سے کہا کہ مربی صاحب کو مباحثہ کے لیے کہتا ہوں، وہ خود ہی نہیں آئیں گے یا پھر مباحثہ کریں گے۔ چنانچہ میں نے مربی صاحب سے کہا کہ آپ یہاں آنا جانا چھوڑ دیں یا پھر مباحثہ کریں۔ مکرم مربی صاحب مباحثہ کے لیے تیار ہوگئے۔ جب میں نے اہل حدیث دوستوں سے کہا کہ وہ تو مباحثہ کے لیے تیار ہیں اب آپ بتائیں کہ کیا کرنا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ ہم مرزا صاحب کی صداقت کے موضوع پر بات کریں گے۔

جب مربی صاحب کو اس کی اطلاع کی گئی تو انہوں نے کہا کہ حضرت بانی جماعت

احمدیہ کی صداقت کے موضوع پر بھی بات کریں گے لیکن پہلے وفاتِ مسیح پر بات ہونی چاہیے۔ میں نے اہل حدیث دوستوں سے بات کی تو وہ کہنے لگے کہ پہلے مرزا صاحب کی صداقت پر ہی بات ہوگی۔

مکرم مربی صاحب اس بات پر آمادہ نہ ہورہے تھے کہ پہلے صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر بات کی جائے بلکہ وہ مصر تھے کہ پہلے وفات مسیح ناصری کے موضوع پر فیصلہ کر لیا جائے۔ چنانچہ میں نے مربی صاحب سے کہا کہ جب آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو سچا مانتے ہیں تو پھر اس موضوع پر گفتگو کرنے میں کیا حرج ہے؟ مجھے اُس وقت اِس بات کی اہمیت کا اندازہ نہیں تھا کہ وفات مسیح ناصری پر گفتگو پہلے کیوں ضروری ہے۔ بالآخر مربی صاحب مان گئے۔ مباحثہ کے لیے تاریخ اور جگہ طے ہوئی۔ مقررہ دن نمازِ ظہر وعصر جمع کر کے ادا کرنے کے بعد مغل پورہ لاہور میں ایک احمدی دوست کے گھر مباحثہ شروع ہوا۔ احمدی اور اہل حدیث دوستوں کی تعداد دس دس یا کچھ زائد تھی۔ مکرم مربی صاحب قرآن وحدیث سے دلائل دیتے لیکن مخالف فریق مرزا صاحب کی ذات پر اعتراضات کرتے، خصوصاً محمدی بیگم والی پیش گوئی پر اعتراض کرتے رہے۔ کافی لمبی بحث چلتی رہی۔ پھر مزید بحث کے لیے آئندہ کوئی تاریخ اور وقت مقرر کرنے کی تجویز پیش کی گئی۔ احمدیوں نے مجھ سے کہا کہ آپ امن وامان کی ذمہ داری لیں تو آئندہ کے لیے بھی ہم تیار ہیں۔ احمدیوں کی اس بات سے مجھے اندازہ ہوا کہ آئندہ ان کو کوئی بدمزگی ہونے کا اندیشہ ہے۔ میں نے سوچا کہ یہ تو بہت بڑی ذمہ داری ہے جو میں نہیں نبھا سکتا۔ چنانچہ میں نے امن وامان کی ذمہ داری لینے سے انکار کردیا۔

زیارت مرکز اور احمدی بزرگان سے ملاقات

جب ایک بار مباحثہ ہو چکا اور مجھے یہ اندازہ ہو گیا کہ دوبارہ مباحثہ کروانا خطرہ سے خالی نہ ہوگا تو میں نے سوچا کہ اب مزید تحقیق کی غرض سے ربوہ جانا چاہیے۔ چنانچہ یہ فیصلہ کرتے ہی میں نے مدرسہ سے استعفیٰ دے دیا اور محترم مربی صاحب سے کہا کہ میں ربوہ جانا چاہتا ہوں

تا کہ اپنے دل کی مزید تسلی کرلوں۔ مباحثہ کے بعد میں نے سوچا کہ مجھے ایک بار خود غور کر کے دیکھنا چاہیے پھر اگر جماعت احمدیہ کی صداقت ثابت ہو جائے تو بیعت کر لینی چاہیے۔

میں نے مدرسہ سے فراغت حاصل کر لی تھی۔ محترم مربی صاحب کے کہنے پر میں ان کے ساتھ بغرض زیارت وتحقیق ربوہ چلا آیا۔ ربوہ میں مختلف بزرگانِ سلسلہ سے میری ملاقات ہوئی جن میں خاص طور پر حضرت حافظ مختار احمد صاحب شاہ جہاں پوری، حضرت قاضی محمد نذیر صاحب لائلپوری اور بعض دیگر بزرگان بھی شامل ہیں۔ حضرت حافظ صاحب نے میرا تفصیلاً حال احوال دریافت کیا۔ پھر مجھے فرمانے لگے کہ شیخ التفسیر مولانا احمد علی صاحب اندرون شیرانوالہ گیٹ لاہور (جن کی میں نے بیعت کی تھی) کی کتاب ''مرزا کے متضاد اقوال'' آپ حاصل کریں جو آپ کے لیے بھی مفید ہوگی اور مجھے بھی اس کی ضرورت ہے۔

اس کے بعد خاکسار لاہور گیا تو وہاں پر مولانا احمد علی صاحب کے ایک خلیفہ میرے واقف تھے۔ ان سے یہ ذکر کیا کہ مجھے یہ کتاب مہیا کی جائے۔ انہوں نے بتایا کہ یہ کتاب اب نہیں ملتی۔ میں نے کہا کہ کہیں سے اور کسی بھی قیمت پر مل سکے تو مہیا کریں کیونکہ کوئی دوست مرزائیت کی طرف مائل ہیں ان کی اصلاح کے لیے اس کتاب کا مہیا ہونا بہت ضروری ہے۔ انہوں نے تین دن کی مہلت مانگی کہ ہم تلاش کرنے کی پوری کوشش کریں گے۔ چنانچہ اللہ کی مہربانی سے وہ کتاب مہیا ہوگئی اور انہوں نے مجھے دے دی۔

میں نے ربوہ آکر وہ کتاب حضرت حافظ مختار احمد صاحب کی خدمت میں پیش کی۔ انہوں نے مجھے وہ حوالہ جات دکھائے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کے سیاق وسباق کو چھوڑ کر اس کتاب میں لکھے گئے تھے۔ حضرت حافظ صاحب نے واضح کیا اور مجھے فرمایا کہ ان کی چار پانچ سطور اوپر سے پڑھ کر دیکھیں۔ اس کو دیکھ کر احمدیت کی صداقت مجھ پر عیاں ہوگئی۔ مولانا احمد علی صاحب جن کے ساتھ میرا تعلق ارادت کا تھا ان کے بارہ میں بھی اندازہ ہو گیا کہ انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حوالہ جات کو صحیح طور پر پیش نہ کر کے اصل مضمون اور اس کے مفہوم کو کس طرح بدل دیا تھا۔

بیعت کر کے جماعت احمدیہ میں شمولیت کی سعادت

جب میں اپنی زندگی کے واقعات پر نظر ڈالتا ہوں تو سوچتا ہوں کہ یہ اللہ تعالیٰ کا محض فضل تھا کہ میری توجہ بار بار جماعت احمدیہ کی طرف مبذول ہوتی رہی اور مجھے ہدایت نصیب ہو گئی۔ ہدایت دینا یا نہ دینا اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ۔ (البقرۃ:214)

ترجمہ: اور اللہ جسے چاہے ہدایت دیتا ہے۔

یہ بات بھی قرآن کریم سے معلوم ہوتی ہے کہ جو کوئی بھی اللہ کی راہ میں ہدایت کے لیے کوشش کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کو اپنی طرف راہنمائی کرتا ہے اور اس کو ہدایت کے نور سے منور کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے :

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا. (العنکبوت:70)

ترجمہ: جو ہماری راہ میں کوشش کرتے ہیں ہم ان کو اپنی طرف آنے کی راہنمائی کر دیتے ہیں۔

یہ 1964ء کا واقعہ ہے کہ لاہور میں تعینات مربی صاحبان نے میری تسلی اور تحقیق کے لیے یہ مشورہ دیا کہ آپ پھر ربوہ جائیں اور وہاں ہفتہ عشرہ قیام کر کے مزید تحقیق کریں۔ اس غرض کے لیے میں ربوہ آیا اور نظارت اصلاح و ارشاد کے دفتر میں تعارفی خط پیش کیا تو انہوں نے چٹھی پر لکھ دیا کہ قاری صاحب اہل حدیث ہیں ایک رات ٹھہریں گے ان کا انتظام کیا جائے۔ میں نے سوچا کہ ایک رات میں کیا کرنا ہے اس لیے میں واپس اپنے گھر واقع چاہ بَلیا نوالہ، حیدر آباد تھل تحصیل بھکر ضلع میانوالی چلا گیا۔ پھر بھکر سے راولپنڈی، مری، مظفر آباد اور بالا کوٹ کی سیر کرنے چلا گیا۔ سیر کر کے جب میں واپس گھر پہنچا تو مکرم مربی صاحب کو لکھا کہ اس طرح یہ واقعہ پیش آیا ہے کہ صرف ایک رات قیام کے انتظام کیلئے لکھا گیا تھا۔

مکرم مبارک احمد جمیل صاحب مربی سلسلہ نے کہا کہ آپ خدام الاحمدیہ کے اجتماع کے موقع پر ربوہ ہمارے پاس تشریف لائیں۔ میں نے جواباً لکھا کہ اس موقع پر تو میں نہیں آ سکتا تو انہوں نے کہا کہ پھر آپ انصار اللہ کے اجتماع پر تشریف لائیں تو میں نے کہا کہ ٹھیک ہے۔ چنانچہ میں اس موقع پر ربوہ آ گیا اور انصار اللہ کے اجتماع پر مکرم شیخ عبد القادر صاحب (سابق سوداگرمل) مربی سلسلہ لاہور کے ساتھ ملاقات ہوئی۔

میں نے اجتماع کے پہلے دن کے سارے پروگرام دیکھے۔ غالباً اجتماع کے دوسرے یا تیسرے دن میں نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ میری بیعت کروا دیں۔ چنانچہ ہم دفتر اصلاح و ارشاد مرکزیہ میں گئے اور خاکسار بیعت فارم پُر کر کے احمدیت کے نور سے منور ہو گیا۔

الحمد للہ علیٰ ذٰلک

باب 2:

قبولِ احمدیت کے بعد کے حالات وواقعات

جب کوئی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مان لیتا ہے اور بیعت کر کے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہو جاتا ہے تو اس کو تجدید دین کرنا پڑتی ہے اور ایسی تمام باتوں کو جن کا اسلام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوتا ان کو چھوڑنا پڑتا ہے اور اس زمانہ کے حَکَم وعدل کی تمام باتوں کی پیروی کرنا لازم ہو جاتا ہے۔ مجھے بھی احمدیت قبول کرنے کے بعد بہت سی باتیں چھوڑنا پڑیں۔ مثلاً خاکسار نے بیعت کرتے وقت واضح کر دیا تھا کہ میرے خیال میں حدیث پر عمل کرتے ہوئے رفع یدین کرنا چاہئے اس لئے میں بیعت کے بعد اس وقت تک رفع یدین کرتا رہوں گا یہاں تک کہ مجھے اطمینان ہو جائے کہ اس کے چھوڑنے میں کوئی حرج نہیں۔

جماعت کے بزرگان نے مجھے سمجھانے کی کوشش کی لیکن میرے دل کی تسلی نہ ہو سکی۔

ایک روز ایک بزرگ دوست نے مجھے بتایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بطور حَکَم وعدل کے بھی ہیں، اس لیے اختلافی مسائل میں ان کے عمل کو دیکھنا چاہئے۔ جب میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عمل رفع یدین کے بارہ میں جانا تو معلوم ہوا کہ آپ علیہ السلام نے رفع یدین سے منع تو نہیں فرمایا لیکن خود نہیں کیا۔ پس اس طرح سے میری یہ اُلجھن دور ہو گئی اور میں نے رفع یدین ترک کر دیا۔

بیعت کے بعد کی مشکلات

جب بھی کوئی سعید فطرت بیعت کر کے جماعت احمدیہ میں داخل ہوتا ہے تو پہلے سے شامل ہر کوئی یہ بات جاننے کی کوشش کرتا ہے کہ وہ کیوں احمدی ہوا ہے۔ جب میں بیعت کر کے سلسلہ احمدیہ میں شامل ہوا تو میرے بارے میں بھی احباب جاننے کی کوشش کرتے کہ میں نے احمدیت کیوں قبول کی ہے (کیا کسی لالچ کی وجہ سے تو نہیں کی) ؟

بیعت کے بعد کچھ دن میں نے ربوہ میں قیام کیا، تو اس وقت میں نے یہ محسوس کیا کہ جب میں نماز وغیرہ کے لیے مسجد جاتا ہوں تو لوگ مجھے مشکوک سمجھ رہے ہیں۔ پھر یہ کہ ہر کوئی مجھ سے اس قسم کا سوال کرتا کہ آپ نے احمدیت کیوں قبول کی؟ یہ بات میری طبیعت کے خلاف تھی اس لیے مجھے اس سے پریشانی اور گھبراہٹ ہوتی تھی۔ کیونکہ میں سمجھتا تھا کہ جس طرح آپ یا آپ کے بزرگوں نے احمدیت کو حق سمجھ کر قبول کیا تھا اسی طرح میں نے بھی جماعت احمدیہ کو حق اور سچ سمجھ کر قبول کرنے کی سعادت پائی ہے۔

یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ میں خدا تعالیٰ کے فضل سے اپنے خاندان میں، اپنے علاقے میں اور اپنی قوم میں پہلا احمدی فرد ہوں۔

چک منگلا (ضلع سرگودھا) میں قیام

مجھے مکرم مولوی عزیز الرحمٰن صاحب منگلا نے دعوت دی کہ آپ ہمارے گاؤں چک منگلا چلیں۔ میں نے سوچا کہ یہ پرانی وضع قطع کے بزرگ ہیں اور خود ہی احمدی ہوئے تھے سو میں نے ان کی دعوت قبول کر لی اور ان کے ساتھ ان کے گاؤں چلا گیا۔ وہاں بھی میں نے مذکورہ بالا کیفیت محسوس کی کہ لوگوں کے ذہنوں میں مجھے دیکھ کر یہی سوال پیدا ہوتا کہ یہ کون ہے؟ اور احمدی کیوں ہوا؟ مجھے دیکھ کر بعض لوگوں کے ذہنوں میں یہ خیال آتا کہ چونکہ یہ اکیلا آدمی ہے شاید اس کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے اس لیے اس نے احمدیت قبول کر لی ہے۔

میں نے وہاں سے بھی واپسی کا قصد کر لیا اور ارادہ کیا کہ اب لاہور چلا جاتا ہوں، وہاں جا کر دیکھتا ہوں کہ مجھے کیا کرنا چاہئے۔ وہیں قیام کر لوں گا یا گھر واپس چلا جاؤں گا۔

چک منگلا میں ایک بزرگ مکرم حاجی صالح محمد صاحب (جو مکرم محمد اسلم شاد صاحب منگلا، پرائیویٹ سیکرٹری ربوہ کے والد تھے) مجھے مل گئے۔ وہ بہت زیرک اور مردم شناس تھے مجھے کہنے لگے کہ آپ یہاں ہمارے گاؤں میں ہی مستقل رہیں۔ میں آپ کے لیے مناسب اور بہتر انتظام کروں گا۔ میں اپنے آبائی گاؤں تھل حیدر آباد جانے کا ارادہ کر چکا تھا اس لیے ان کی پُرخلوص پیشکش پر عمل نہ کر سکا۔

راستے میں ایک معاند احمدیت سے ملاقات

چک منگلا سے نکل کر پہلے میں ربوہ جانے کے لیے سوبھا گہ ریلوے سٹیشن پر آیا۔ یہاں مجھے ایک مولوی صاحب مل گئے جو میرے شاگرد بھی تھے (وہ قریباً میرے ہم عمر ہی تھے)۔ وہ مجھ سے بڑی محبت اور احترام سے پیش آئے۔ تھوڑی دیر کے بعد جب مکرم مولوی عزیز الرحمٰن صاحب منگلا بھی ریلوے سٹیشن پر آئے اور ٹکٹ گھر کے قریب آ کر مجھ سے ملے اور ٹکٹ لے کر چلے گئے۔ میرے وہ شاگرد مولوی صاحب معاند احمدیت تھے، مجھ سے پوچھا کہ یہ تو مرزائی ہیں، آپ کے واقف کیسے ہو گئے؟ میں نے انہیں صاف بتا دیا کہ میں بھی بیعت کر کے جماعت احمدیہ میں شامل ہو گیا ہوں۔ یہ بات سن کر مولوی صاحب غصہ سے آگ بگولہ ہو گئے اور مجھ سے الگ ہو کر چلے گئے۔

ریل گاڑی جب آئی تو اس میں بہت رش تھا۔ جیسے تیسے میں بھی سوار ہو گیا اور ایک جگہ مجھے بیٹھنے کے لیے بھی مل گئی۔ جہاں میں بیٹھا تھا وہاں چک منگلا کے ایک اور احمدی دوست مکرم محمد بخش صاحب منگلا بھی بیٹھے تھے۔ میرے وہ شاگرد مولوی صاحب بھی مجھے تلاش کرتے کرتے اسی ڈبہ میں آن بیٹھے۔ مجھے خیال آیا کہ یہ شرارت کی نیت سے یہاں آ کر بیٹھے ہیں، لیکن خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ مکرم مولوی عزیز الرحمٰن صاحب کو ریل گاڑی کے کسی اور ڈبے میں جب جگہ نہ ملی تو وہ بھی اسی ڈبے میں آ گئے جہاں میں بیٹھا ہوا تھا۔ سلانوالی ریلوے سٹیشن پر مولوی عزیز الرحمٰن صاحب اُتر گئے۔ ان کی موجودگی میں تو غیر احمدی مولوی صاحب نے کوئی بات نہ چھیڑی لیکن جیسے ہی وہ اترے تو میرے دل میں معاً یہ خیال گزرا کہ اب یہ شرارت کریں گے۔ چنانچہ میں دعا میں مشغول ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے محفوظ رکھنے کا ایسا انتظام فرما دیا کہ مکرم منگلا صاحب کے اُترتے ہی ایک پولیس والا آیا اور مولوی صاحب کے پاس بیٹھ گیا۔ مولوی صاحب نے شر انگیزی کی کوشش کی اور پولیس والے سے کہا کہ یہ قاری صاحب میرے اُستاد ہیں لیکن اب یہ مرزائی ہو گئے ہیں اور یہ شخص (محمد بخش منگلا صاحب) جو اِن کے ساتھ بیٹھا ہے یہ بھی مرزائی ہے۔ ان کا

پتہ وغیرہ معلوم کیا جائے۔ پولیس والے نے مکرم منگلا صاحب سے نام پوچھنے کے بعد پوچھا کہ آپ نے کہاں جانا ہے؟ انہوں نے کہا کہ میں نے ربوہ جانا ہے۔ وہ یہ جواب سن کر خاموش ہو گیا۔ شاہین آباد کے ریلوے سٹیشن پر ہم اُتر گئے اور وہاں سے دوسری گاڑی سے ربوہ چلے آئے۔

احمدیت چھوڑنے کے لیے لالچ

ربوہ پہنچ کر وہ رات میں نے منگلا صاحب کے مکان واقع دارالرحمت ربوہ میں گزاری۔ نمازِ فجر مسجد میں ادا کر کے ابھی ہم واپس گھر لوٹے ہی تھے کہ دروازے پر دستک ہوئی اور میرے وہی شاگرد مولوی صاحب سرگودھا والے آئے اور کہنے لگے کہ میں نے جماعت اہل حدیث اور آپ کے کئی ایک شاگردوں کو آپ کے مرزائی ہو جانے کے بارہ میں بتایا ہے۔ وہ بہت پریشان ہیں اور کہتے ہیں کہ ایک بار آپ سرگودھا آئیں۔۔۔ آپ کی جو بھی ضرورت ہوگی ہم پوری کریں گے۔ مولوی صاحب نے جماعت اہل حدیث سرگودھا کی طرف سے یہ پیغام بھی دیا کہ آپ کو ملازمت کی ضرورت ہے یا شادی کی ضرورت ہے تو ہم آپ کو ملازمت بھی دیں گے اور آپ کی شادی بھی آپ کی خواہش کے مطابق کسی اچھی جگہ کروا دیں گے، آپ واپس آ جائیں۔ میں آپ کو لینے آیا ہوں اس لیے آپ میرے ساتھ چلیں۔ میں نے ان کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا اور کہا کہ آپ نے جو بات بھی کرنی ہے وہ مجھ سے یہیں کریں میں نے آپ کے ساتھ سرگودھا نہیں جانا۔ وہ بہت دیر تک مجھے ساتھ لے جانے پر اصرار کرتے رہے اور میں انکار کرتا رہا بالآخر وہ چلے گئے۔ اگلے دن پھر آئے اور کئی ایک دوستوں کے حوالے سے بات کرنے لگے کہ جماعت اہل حدیث کی طرف سے یہ پیغام ہے کہ آپ بے شک احمدی ہی رہیں لیکن ایک بار سرگودھا ضرور آئیں۔ میں نے کہا کہ نہیں میں اس طرح نہیں کر سکتا۔

میں نے محترم مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری سے پیش آمدہ صورتحال عرض کی تو انہوں نے فرمایا کہ دیکھو ہمیں مفت میں بدنام کرتے ہیں کہ ہم لوگوں کو شادی کا لالچ دے کر احمدی کرتے ہیں یا ملازمت دے کر احمدیت کی طرف مائل کرتے ہیں حالانکہ خود یہ کام کر رہے ہیں اور

آپ اسی سے اندازہ لگالیں کہ کیا ہم نے آپ کو شادی کا لالچ دے کر یا پیسے یا ملازمت کا لالچ دے کر احمدی کیا ہے؟ وہ خود آپ کو لالچ دے رہے ہیں اور بدنام ہمیں کرتے ہیں۔ پھر مجھے کہا کہ انہیں جو مرضی کہنے دیں آپ ان کے ساتھ بالکل نہ جائیں کیونکہ وہ آپ کو نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ جو بھی آئے اس سے ہماری بات کروائیں، ہم بات چیت کرلیں گے۔ آپ کو کہیں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔

جماعت احمدیہ پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ ہم نوکری، مالی معاونت، رشتہ کروانے یا باہر بھجوانے کا لالچ دے کر سادہ لوح لوگوں کو احمدی بناتے ہیں حالانکہ اس میں کوئی حقیقت نہیں ہے۔ یہ وطیرہ تو اسلام دشمن لوگوں کا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت سے چلا آتا ہے اور یہ بھی ثابت ہے کہ اللہ والے ایسی باتوں پر یقین نہیں رکھا کرتے۔

احمدیت قبول کرنے کے بعد کئی مشکلات میری راہ میں بھی آئیں لیکن مجھے اللہ تعالیٰ نے ثابت قدم رکھا اور اس کے بتائے ہوئے رستے پر چلتا گیا۔ اللہ تعالیٰ کی راہنمائی موجود تھی اس لیے مجھے کوئی بھی دنیاوی لالچ راہِ حق سے ہٹا نہ سکی۔

ے تمہارے نام پہ جس آگ میں جلائے گئے
وہ آگ پھول ہے، وہ کیمیا ہمارے لیے

بیعت کے بعد مجھ پر اللہ تعالیٰ کے فضل اور انعام کا آغاز

مجھے جماعت احمدیہ سے متنفر کرنے اور واپس جماعت اہل حدیث میں لے جانے کی بہت کوشش کی گئی لیکن اللہ کے فضل سے جو ایمان کا رنگ مجھ پر چڑھا اس کی وجہ سے بڑی کوششوں کے باوجود بھی وہ مجھے واپس لے جانے میں ناکام ہو گئے۔

چک منگلا سے ربوہ سفر کے واقعہ کے ایک دو دن بعد میں اپنا کچھ سامان اور لین دین کرنے کے لیے لاہور چلا گیا۔ میرا ارادہ تھا کہ لاہور سے سامان لے کر تھل حیدر آباد (ضلع بھکر) اپنے گھر چلا جاؤں گا۔ میں لاہور پہنچ کر جب اگلے دن سارا کام ختم کر کے دلی دروازے والی مسجد

میں پہنچا تو محترم صوفی خدا بخش زیروی صاحب مسجد میں مجھ سے ملنے کے لیے تشریف لائے ہوئے تھے اور انہوں نے حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب (جو اس وقت ناظم ارشاد وقف جدید انجمن احمدیہ ربوہ تھے) کا پیغام دیا کہ حضرت میاں صاحب نے یاد فرمایا ہے کہ آپ ایک مرتبہ ہمارے پاس آئیں۔

میں یہ پیغام سن کر اگلے ہی روز مکرم صوفی صاحب کے ساتھ ربوہ پہنچ گیا اور حضرت مرزا طاہر احمد صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر ملاقات کی۔ حضرت میاں صاحب نے پہلے مجھ سے تلاوت سنی پھر فرمایا کہ ہماری خواہش ہے کہ آپ ہمارے معلمین کو قرآن کریم تجوید کے ساتھ پڑھائیں۔ میں نے عرض کیا کہ ٹھیک ہے۔ میں نے کہا کہ بیعت تو میں نے کر لی ہے میں چاہتا ہوں کہ میری علمی اور عملی حالت بھی کچھ بہتر ہو، اس لیے درست ہے۔ چنانچہ وقف جدید میں ہی میری رہائش کا انتظام ہو گیا۔

یکم دسمبر 1964ء کو معلمین کی کلاس شروع ہوئی جس میں وہ معلمین شامل ہوئے جو میدانِ عمل میں خدمات بجا لا رہے تھے۔ مختلف اوقات میں اس کلاس کی تعلیم و تربیت کے لیے بزرگانِ سلسلہ تشریف لاتے، سوال و جواب بھی ہوتے۔ میں اس کلاس کو پڑھانے لگا اور کلاس کے علاوہ دیگر اوقات میں بھی انصار، خدام اور اطفال میں سے جو آتا، میں پڑھاتا رہتا۔ یہاں اللہ تعالیٰ کے فضل سے مجھے حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ) کی شفقت اور بابرکت قربت نصیب رہی۔

جلسہ سالانہ ربوہ 1964ء

خاکسار وقف جدید ربوہ میں معلمین کو پڑھا رہا تھا کہ اسی اثنا میں جلسہ سالانہ 1964ء شروع ہوا۔ جلسہ کی ڈیوٹیوں کا افتتاح ہوا تو کلاس ختم ہو گئی اور معلمین اپنی اپنی ڈیوٹیوں پر اپنی متعلقہ قیام گاہوں میں چلے گئے۔ اس جلسہ سالانہ کے بابرکت موقع پر مجھے بھی تلاوت قرآن کریم کی سعادت نصیب ہوئی۔

بیعت کے بعد اساتذہ کا ردِعمل

بیعت کے بعد میں اپنے استاد محترم قاری تاج محمد صاحب سے ملنے عبدالحکیم ضلع ملتان گیا۔ ان سے مل کر ان کو اپنے قبولِ احمدیت کے بارے میں بتایا تو وہ آبدیدہ ہوگئے اور کہا کہ مجھے یہ بات سن کر بہت افسوس ہوا ہے کہ آپ احمدی ہو گئے ہیں۔ مجھے آپ سے یہ امید نہ تھی۔ آپ میرے زندگی بھر کے تین چار بہترین شاگردوں میں سے ایک تھے۔ بعد میں کافی دیر مجھے سمجھاتے رہے۔ کہنے لگے کہ آپ احمدیت چھوڑ دو تو آپ کی خواہش کے مطابق آپ کو ایک اچھا مدرسہ بنا کر دیا جاسکتا ہے یا کوئی اور اچھی ملازمت کا انتظام کیا جاسکتا ہے اور آپ کے رشتہ کا اچھا انتظام بھی کیا جاسکتا ہے۔ میں نے کہا کہ میں نے تو احمدیت کو حق سمجھ کر قبول کیا ہے اس کو نہیں چھوڑ سکتا اور ان چیزوں میں سے جن کی آپ نے پیشکش کی ہے مجھے کسی کی خواہش نہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح موعود سے شرف ملاقات

مورخہ 20 فروری 1965ء کو (بروز یومِ مصلح موعود) چوہدری مقصود احمد صاحب آف قیام پور ورکاں ضلع گوجرانوالہ میرے پاس دفتر وقف جدید میں آئے اور کہا کہ آج حضور سے ملاقات کی کوشش کی جائے۔ (کیونکہ حضرت مصلح موعود نوّر اللہ مرقدہٗ ان دنوں بیمار تھے اور بالعموم ملاقاتیں نہیں ہوتی تھیں)

چنانچہ ہم دونوں نے دفتر پرائیویٹ سیکرٹری پہنچ کر محترم مولانا عبدالرحمان انور صاحب (پرائیویٹ سیکرٹری) کو حضور سے ملاقات کے لیے درخواست کی۔ انہوں نے مجھے تو نومبائع ہونے کی وجہ سے اجازت دے دی لیکن چوہدری صاحب کو حضور کی خرابیٔ صحت کے باعث اجازت نہ دی۔ جب ہم ملاقات کے لیے گئے تو وہاں ہم صرف تین دوست تھے۔ حضور اپنے کمرے میں بیڈ پر لیٹے ہوئے تھے۔ کمرہ کو گرم رکھنے کے لیے انگیٹھی میں آگ جل رہی تھی۔ ہم نے شرفِ مصافحہ حاصل کیا۔ پرائیویٹ سیکرٹری صاحب نے میرا تعارف کروایا کہ یہ قاری

محمد عاشق صاحب ہیں جو نومبائع ہیں۔ جب پرائیویٹ سیکرٹری صاحب میرا تعارف کروا رہے تھے تو حضور ازراہِ شفقت نظر بھر کر مجھے دیکھتے رہے اور میں بھی حضور کا بابرکت ہاتھ تھامے آپ کی زیارت سے مشرف ہوتا رہا۔ الحمدللہ حمداً کثیراً

بیت مبارک میں درسِ قرآن کے موقع پر میری تلاوت

رمضان المبارک کے دوران بیت مبارک ربوہ میں علماءِ سلسلہ کی طرف سے درس قرآن دیا جاتا۔ اس موقع پر مجھے آخری پارے کی تلاوت کرنے کا موقع اس طرح ملا کہ 15 نومبر 1964ء کو میرے بیعت کرنے کے بعد جو پہلا رمضان المبارک آیا اس میں حضرت مولانا جلال الدین شمس صاحب ناظر اصلاح وارشاد مرکزیہ ربوہ نے بیت مبارک ربوہ میں درس القرآن کے آخری روز (جس دن اجتماعی دعا کی جاتی ہے) مجھے تلاوت قرآن کریم کے لیے ارشاد فرمایا۔ درس سے قبل محترم ناظر صاحب نے میرا تعارف اس طرح کروایا کہ مکرم قاری محمد عاشق صاحب جو کہ نومبائع ہیں کے بارے میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی (نوّر اللہ مرقدہٗ) کی خدمت میں درس سے پہلے تلاوت کرنے کی درخواست کی گئی جس کی حضور نے ازراہِ شفقت اجازت مرحمت فرمائی ہے۔ اب وہ درس سے پہلے آخری پارہ کی تلاوت کریں گے۔ یوں مجھے پہلی بار یہ سعادت ملی اور میں نے آخری پارہ کی تلاوت کی۔ اس کے بعد پھر پروگرام کے مطابق درس دیا گیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کا اظہارِ پسندیدگی

درس وتدریس کی ذمہ داریوں کی وجہ سے میرا سارا سال ربوہ میں ہی گزرتا تھا۔ اکثر رمضان المبارک میں نظارت اصلاح وارشاد مرکزیہ کی طرف سے نمازِ تراویح پڑھانے کی خاکسار کی ڈیوٹی بیت مبارک ربوہ میں لگتی رہی۔ میرا کبھی دل چاہتا کہ رمضان کے دوران نمازِ تراویح پڑھانے کے لیے ربوہ سے باہر جاؤں تا کہ کچھ ماحول اور آب وہوا کی تبدیلی ہو



حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی موجودگی میں تلاوت قرآن کریم کی سعادت



حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب اور محترم ملک سیف الرحمان صاحب کے ہمراہ ایک پرانی تصویر



حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی موجودگی میں تلاوت قرآن کریم کی سعادت



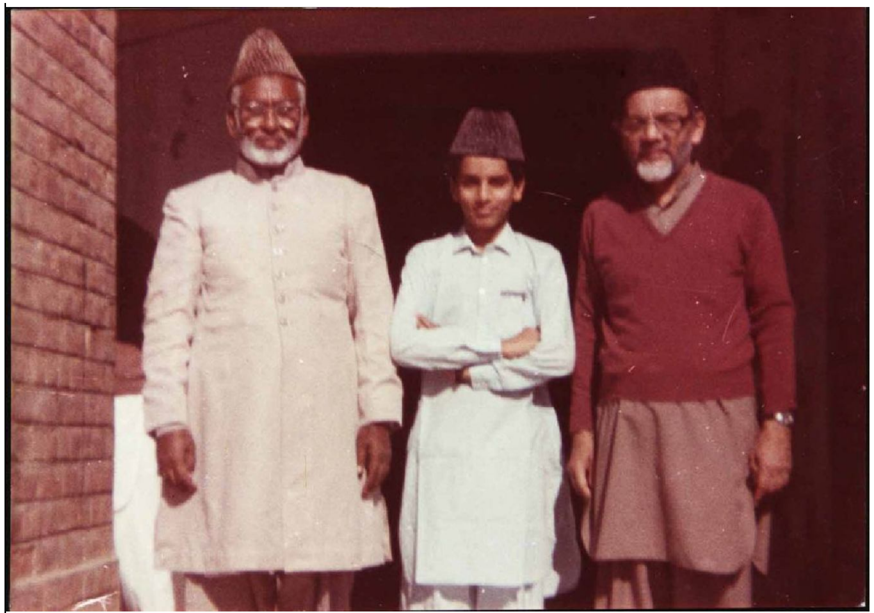
جلسہ سالانہ قادیان 2006ء کے موقع پر تلاوت قرآن کریم کی سعادت



موجودہ مدرسۃ الحفظ ربوہ میں اساتذہ کرام کے ہمراہ



سابقہ مدرسۃ الحفظ ربوہ (عمارت طبیہ کالج) میں اساتذہ کرام اور طلباء کے ہمراہ



محترم سید میر محمود احمد صاحب ناصر (پرنسپل جامعہ احمدیہ) کے ہمراہ
درمیان میں حافظ مسرور احمد (حال مربی سلسلہ احمدیہ نظارت تعلیم القرآن)



بیت الفضل لندن کے سامنے محترم عطاء المجیب راشد صاحب اور محترم صوفی بشارت الرحمان صاحب کے ہمراہ

جائے۔ (کیونکہ بیعت کے بعد اپنے علاقے اور عزیز و اقارب اور دوستوں سے تو کوئی خاص تعلق نہیں رہا تھا۔) اس لیے بار بار کے اصرار پر ایک مرتبہ محترم مولانا عبدالمالک خان صاحب ناظر اصلاح وارشاد مرکزیہ ربوہ نے مجھے فرمایا کہ بیت مبارک ربوہ میں نمازِ تہجد اور نمازِ تراویح پڑھانے کی آپ کی ڈیوٹی اس لیے لگائی جاتی ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ آپ کی تلاوت کو بہت پسند فرماتے ہیں۔

یہ سراسر فضل و احساں ہے کہ میں آیا پسند
ورنہ درگہ میں تری کچھ کم نہ تھے خدمت گزار

وقف جدید میں متعلمین کلاس کے لیے بطور معلّم تقرر

وقف جدید میں خاکسار کا بطور معلم باقاعدہ تقرر یکم جنوری 1965ء سے ہوا۔ اسی سال سے وقف جدید میں معلمین کلاس کے لئے نیا پروگرام ترتیب دیا گیا جس کے تحت کلاس کا دورانیہ ایک سال تک کر دیا گیا اور کلاس میں ہر سال نئے داخل ہونے والے طلباء کے ساتھ پرانے معلمین کو بھی شامل کیا جاتا تھا۔

خاکسار اس کلاس کے طلباء کو قرآن کریم پڑھانے لگا اور کلاس کے علاوہ بھی مغرب اور عشاء کی نماز کے بعد انصار، خدام اور اطفال آتے تو ان کو بھی پڑھاتا۔

جامعہ احمدیہ میں پڑھانے کی سعادت

اسی دوران حضرت سید میر داؤد احمد صاحب (پرنسپل جامعہ احمدیہ) نے میرے بارے میں حضرت مرزا طاہر احمد صاحب (ناظم ارشاد وقف جدید) سے جامعہ احمدیہ کے درجہ شاہد کے طلباء کو پڑھانے کیلئے فرمایا۔ خاکسار نے درخواست کی کہ جامعہ احمدیہ کے طلباء کو پڑھنے کیلئے یہاں وقف جدید میں ہی بھیجا جائے۔ حضرت میر صاحب نے یہ درخواست منظور فرمائی۔ یوں جامعہ احمدیہ کے شاہد کلاس کے طلباء میرے پاس دفتر وقف جدید میں ایک پیریڈ پڑھنے آیا کرتے

تھے۔ کچھ عرصہ بعد پرنسپل صاحب کے ارشاد پر میں طلباء کو جامعہ احمدیہ میں ہی جا کر پڑھانے لگا۔ شروع میں سینئر کلاس کے طلباء کو پڑھاتا رہا۔ بعد میں خاکسار نے پرنسپل صاحب سے درخواست کی کہ نئے طلباء کی ابتدائی کلاسز کو پڑھایا جائے تو وہ صحیح فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ نئے طلباء کی بنیاد بنانے کے لیے ابتدا میں ہی ان کی قرآن کریم کی تصحیح ضروری ہے۔ مکرم پرنسپل صاحب نے فرمایا ٹھیک ہے۔ آپ بتدریج آخری سے ابتدائی کلاسوں کو پڑھائیں، پھر ممہدہ کلاس کو پڑھائیں۔ اس طرح ہم آخری کلاسز سے بتدریج پیچھے ہٹتے رہے پھر میں لمبا عرصہ مستقلاً ممہدہ کلاس کو پہلے پیریڈ میں پڑھاتا رہا۔ فالحمدللہ علیٰ ذالک

اس کے ساتھ ساتھ جامعہ نصرت گرلز کالج میں بھی (پردہ کی پابندی کے ساتھ) قرآن کریم پڑھانے کا موقع ملتا رہا۔ پرنسپل صاحبہ نے مجھے فرمایا کہ حضرت سیدہ چھوٹی آپا کا ارشاد ہے کہ آپ کالج کی بچیوں کو پڑھائیں۔ ایک دفعہ میں نے کالج میں طالبات کو مقابلہ تلاوت کے لیے تیار کیا، ان میں دو طالبات نے آل پاکستان مقابلہ تلاوت (جو لاہور میں منعقد ہوا) میں شرکت کی۔ اللہ کے فضل سے ایک طالبہ طاہرہ بشریٰ صاحبہ مرحومہ (جو مکرم حافظ برہان محمد صاحب کی ہمشیرہ اور مکرم میر عبدالباسط صاحب کی اہلیہ تھیں) نے اول پوزیشن حاصل کی اور دوسری طالبہ نے سوم پوزیشن حاصل کی۔

جلسہ سالانہ کے مواقع پر نمازِ تہجد پڑھانے کی سعادت

جلسہ سالانہ ربوہ کے مواقع پر تینوں دن تقریباً ہر سال خاکسار کو نظارت اصلاح وارشاد مرکزیہ کی طرف سے بیت مبارک ربوہ میں نمازِ تہجد پڑھانے کی ذمہ داری دی جاتی رہی۔ اسی طرح جلسہ سالانہ قادیان کے موقع پر بھی کئی مرتبہ اور جلسہ سالانہ برطانیہ UK میں بھی ایک مرتبہ خاکسار کو نمازِ تہجد پڑھانے کی سعادت ملی۔ الحمدللہ علیٰ ذالک

جلسہ سالانہ کے مواقع پر تلاوت قرآن کریم کی سعادت

جلسہ سالانہ ربوہ کے مواقع پر 1965ء سے 1983ء تک تقریباً ہر سال خاکسار کو

قرآن کریم کی تلاوت کرنے کا موقع ملتا رہا۔ اسی طرح جلسہ سالانہ قادیان کے مواقع پر بھی متعدد مرتبہ اور جلسہ سالانہ برطانیہ UK میں بھی خاکسار کو تلاوت کرنے کی توفیق ملی۔

1991ء میں جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ قادیان تشریف لائے تو اس تاریخ ساز جلسہ سالانہ قادیان کے موقع پر بھی حضور کی موجودگی میں مجھے تلاوت قرآن کریم کی سعادت ملی۔

مرکز سلسلہ میں مختلف جماعتی جلسہ جات، سیمینارز اور اجلاسات کے موقع پر بھی تلاوت قرآن کریم کا موقع ملتا رہا۔

1982ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی شادی (ہمراہ محترمہ طاہرہ صدیقہ صاحبہ) کے موقع پر مجھے تلاوت قرآن کریم کا موقع ملا۔

ماہِ رمضان المبارک میں نمازِ تراویح پڑھانے کی سعادت

رمضان المبارک کے دوران مجھے بیت مبارک ربوہ میں کئی سال (14یا15 مرتبہ) نمازِ تراویح پڑھانے کی سعادت ملی۔ ربوہ میں بیت الناصر دارالرحمت غربی اور دارالبرکات میں بھی دو دو بار موقع ملا۔ اس کے علاوہ ربوہ سے باہر جماعت کی بڑی بڑی بیوت مثلاً لاہور میں دارالذکر گڑھی شاہو، بیت النور ماڈل ٹاؤن، کرک ہاؤس۔ کراچی میں احمدیہ ہال اور دستگیر سوسائٹی۔ اسلام آباد، کوٹلی آزاد کشمیر، سیالکوٹ، کوئٹہ، شاہ تاج شوگر ملز منڈی بہاؤالدین، اور راولپنڈی میں نمازِ تراویح پڑھانے کی توفیق ملتی رہی۔ وما توفیقی الا باللہ

ایک مرتبہ 1973ء میں سیلاب کی وجہ سے راستے بند تھے ریل گاڑی کی آمد ورفت نہ رہی۔ میری نمازِ تراویح پڑھانے کی ڈیوٹی احمدیہ ہال کراچی میں لگی تھی۔ اُس وقت میں لاہور سے کراچی بذریعہ ہوائی جہاز پہنچا۔

شادی اور اولاد

میری شادی مکرمہ ریاض بیگم صاحبہ بنت مکرم محبت علی صاحب آف پاکپتن سے ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک بیٹی ''حبیبہ'' سے نوازا۔

پان/سگریٹ چھوڑنے کا واقعہ

مجھے پان کھانے کی عادت اس وقت سے تھی جب میں کراچی میں رہتا تھا۔ میں تمبا کو والا پان کھاتا تھا۔ بیعت کر لینے کے بعد ربوہ میں آکر بھی یہ عادت رہی۔ حالانکہ 1965ء کی جنگ کے دوران پان بہت مشکل سے اور مہنگا ملتا تھا۔ تب بھی میں خود چنیوٹ جا کر پان کے پتے لا کر خود پان تیار کرتا تھا۔ اس وقت وقفِ جدید سے 60 روپے ماہانہ الاؤنس ملتا تھا۔

ایک دفعہ میں نے حضرت مرزا طاہر احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الرابعؒ) ناظم ارشاد وقفِ جدید ربوہ سے ذکر کیا کہ بیعت سے پہلے تو میں گرمیوں میں کہیں سیر کے لیے چلا جایا کرتا تھا۔ حضرت میاں صاحب نے از راہِ شفقت فرمایا، ٹھیک ہے میں آپ کو ایک تعارفی خط دے دیتا ہوں، آپ کلر کہار چلے جائیں۔ چنانچہ میں نے وہاں جا کر مکرم چوہدری ملک خان صاحب صدر جماعت کے پاس تقریباً دس دن قیام کیا۔ مجھے پان کی عادت تھی، کلر کہار میں کہیں پان نہیں ملتا تھا، میں بذریعہ بس کلر کہار سے سفر طے کر کے کھیوڑہ جاتا۔ صرف پان کی عادت کی وجہ سے اس مشکل میں رہا۔ یہاں تک کہ 1971ء میں پاک بھارت جنگ کے دوران بھی مشکل سے پان کا انتظام کرتا رہا۔ ایک روز پان کی طلب ہوئی اور میں نے کھا لیا۔ اس وقت میری رہائش جامعہ احمدیہ کے کوارٹرز میں تھی۔ ہوسٹل کے طلباء کو نماز کے لیے بیت الذکر بھیج دیا اور میرے منہ میں پان تھا اس لیے خود نہ گیا۔ یہ سوچا کہ ابھی منہ میں پان ڈالا ہے اس لیے نماز بعد میں پڑھ لوں گا۔ ساتھ ہی مجھے یہ خیال کر کے شرمندگی ہوئی کہ اس پان کی وجہ سے میں نماز میں سستی کر رہا ہوں۔ میں نے فوراً پان چھوڑنے کا فیصلہ کرلیا اور پان کھانا چھوڑ دیا۔

اس کے بعد جب مجھے پان کی خواہش ہوتی تو چھوٹی ہرڑ جو بغیر گھٹلی کے ہوتی ہے، وہ منہ میں ڈال لیتا تا کہ ایک تو منہ کا ذائقہ بدل جائے اور دوسرا یہ کہ پان چھوڑنے کی وجہ سے اگر قبض کی شکایت ہو جائے تو ہرڑ کی وجہ سے یہ بھی دور ہو جائے۔ (بعض لوگوں کو پان یا سگریٹ چھوڑنے کے بعد قبض کی شکایت ہو جاتی ہے)

اسی طرح میں جوانی کی عمر سے سگریٹ پیتا تھا۔ بیعت کے بعد بھی کچھ عرصہ تک سگریٹ پیتا رہا پھر چھوڑ دیا۔ اس غلط عادت کو چھوڑنے کے لیے میں روزانہ ایک ایک سگریٹ کم کرتے ہوئے بالآخر ایک سگریٹ پر آ گیا، پھر ایک سے روزانہ وقت بڑھا کر بالکل چھوڑ دیا۔

تھرپارکر (نگرپارکر) کے ایک (نومسلم) نومبائع کا واقعہ

جولائی 1969ء کی بات ہے جب میں وقفِ جدید میں پڑھاتا تھا تو نگرپارکر سے ایک نومسلم نومبائع نوجوان آیا۔ احمدی ہونے کے بعد وہ وقف جدید میں پڑھنے کے لیے داخل ہو گیا، مجھ سے قرآن کریم پڑھنا سیکھا اور مشق وغیرہ کر کے بہت اچھا قرآن پڑھنا سیکھ لیا۔ حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری اسے چھوٹے قاری صاحب کہا کرتے تھے۔ ایک دفعہ وقفِ جدید میں کوئی تقریب تھی جس میں تلاوت کے لیے حضرت مرزا طاہر احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الرابع ؒ) نے مجھ سے پوچھا کہ کیا تلاوت آپ کریں گے یا آپ کا شاگرد؟ میں نے عرض کیا جس طرح آپ ارشاد فرمائیں۔ چنانچہ آپ نے فرمایا کہ اس کا فیصلہ حضرت شیخ محمد احمد مظہر صاحب (صدر وقف جدید انجمن احمدیہ) کریں گے۔ انہوں نے ہم دونوں سے تلاوت سنی اور فرمایا کہ آپکا شاگرد تلاوت کرے گا۔ چنانچہ اس نے تلاوت کی۔ اس کے کچھ عرصہ بعد حضرت مرزا طاہر احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الرابع ؒ) نے فرمایا آپ اس کو ساتھ لے کر نگرپارکر کا دورہ کریں اور اس طرح کے اور نوجوان اور بچوں کو تیار کریں یقیناً اس کے اچھے اثرات ہوں گے۔ چنانچہ میں وہاں گیا اور علاقے کا دورہ کیا لیکن وہاں اُس وقت بارش نہ ہونے سے قحط کی صورتحال پیدا ہو چکی تھی۔ وہاں کے لوگ بھی اپنے مویشیوں کو لے کر اندرون سندھ چلے گئے

تھے۔ اس لیے وہاں کوئی عملی کارروائی نہ ہو سکی اور ہم دو ہفتہ بعد وہاں سے واپس آ گئے۔

یہی نوجوان ایک دفعہ بھارت گیا تو وہاں کچھ غیر احمدی علماء کے ساتھ اس کی گفتگو ہوئی تو اس نے کہا کہ میں آپ کو قرآن کریم سناتا ہوں۔ پھر اس نے قرآن کریم کا کچھ حصہ سنایا اور ان سے کہا کہ اب آپ بھی مجھے قرآن کریم سنائیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم آپ جیسا اچھا قرآن نہیں پڑھ سکتے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی شفقت

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی شفقت کے بہت سے واقعات ہیں۔ ایک دفعہ جب آپ ناظم ارشاد وقف جدید تھے۔ مجھے بلایا اور مجھے پینٹ، کوٹ اور ٹائی کا تحفہ دیا بلکہ آپ نے کہا سوٹ پہن کر آؤ، میں نے وہ سوٹ پہنا تو آپ نے خود مجھے ٹائی لگا کر دی۔

حافظ کلاس (موجودہ مدرسۃ الحفظ ربوہ) میں پڑھانے کی سعادت

یہ جنوری 1969ء کی بات ہے جب حافظ کلاس ربوہ کے انچارج مکرم حافظ شفیق احمد صاحب کا انتقال ہو گیا۔ حضرت سید میر داؤد احمد صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ نے مکرم حافظ صاحب کے انتقال کے بعد مجھ سے فرمایا کہ حافظ کلاس میں بھی آیا جایا کرو۔ اُن دنوں یہ کلاس مسجد مبارک میں ہوا کرتی تھی۔ حضرت مرزا طاہر احمد صاحب (ناظم ارشاد وقف جدید) بھی چاہتے تھے کہ خاکسار حافظ کلاس کو بھی پڑھائے۔ حضرت سید میر داؤد احمد صاحب نے بعد میں مجھے فرمایا کہ ان کے علاوہ بھی کئی بزرگان نے یہ تجویز دی ہے کہ خاکسار حافظ کلاس کو مستقل طور پر پڑھانا شروع کر دے۔ حضرت میر صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ اس سلسلہ میں آپ خود درخواست لکھ کر دیں۔ چنانچہ میں نے حسبِ ارشاد درخواست لکھ دی۔

درخواست دینے کے بعد ایک دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں نجی ملاقات میں خاکسار نے بغرضِ دعا عرض کی کہ حضور دعا کریں خاکسار کی تقرری

حافظ کلاس میں متوقع ہے۔ تو حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ”نہیں آپ وقف جدید میں ہی مناسب ہیں“۔ چنانچہ میں نے اس بات کا ذکر حضرت سید میر داؤد احمد صاحب سے کرتے ہوئے کہا کہ آپ میری درخواست پر کارروائی روک دیں۔ اس پر وہ فرمانے لگے کہ یہ آپ کا کام نہیں۔ یہ مرکز سلسلہ کا کام ہے کہ آپ کے بارہ میں کوئی بھی مناسب فیصلہ کرے۔

حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا طاہر احمد صاحب ناظم ارشاد وقف جدید کے لیے خاکسار کو یہ پیغام بھی ارشاد فرمایا کہ چونکہ معلمین کے نصاب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب شامل نہیں اس لیے معلمین فیل ہو جائیں گے۔ میں نے یہ پیغام حضرت مرزا طاہر احمد صاحب کی خدمت میں پہنچا دیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے میرے وقف جدید سے جامعہ احمدیہ منتقل کیے جانے سے متعلق فرمایا کہ ان کے جامعہ احمدیہ منتقل ہو جانے سے وقف جدید کے معلمین کا حرج ہوگا تو حضرت سید میر داؤد احمد صاحب، حضرت مرزا مبارک احمد صاحب اور حضرت مرزا طاہر احمد صاحب نے حضور رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں درخواست کی کہ یہ وقف جدید میں بھی پڑھائیں گے، ان کو روکا نہیں جائے گا۔ اس پر حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے ازراہِ شفقت اجازت مرحمت فرما دی۔

حافظ کلاس میں باقاعدہ تقرر

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے میرا حافظ کلاس میں تقرر منظور فرمایا۔ حافظ کلاس میں بطور انچارج میری تقرری 11 جون 1969ء کی ہے۔ اس وقت یہ کلاس جامعہ احمدیہ کے زیر انتظام مسجد مبارک میں ہوا کرتی تھی۔ حضرت سید میر داؤد احمد صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ نے مجھے فرمایا کہ میں تو حافظ کلاس کے بارہ میں کچھ نہیں جانتا۔ اس لیے اب آپ نے کلاس کی بہتری کے لیے جو کچھ بھی کرنا ہے خود کریں۔

خاکسار نے مکرم پرنسپل صاحب سے عرض کیا کہ مجھے مناسب نہیں لگتا کہ حافظ کلاس

مسجد مبارک میں لگائی جائے۔ میرے خیال میں اس کے لیے کوئی اور جگہ ہونی چاہئے۔ اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے میں نے کہا کہ یہاں مکرم پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کا دفتر ہے اور آنے جانے والوں کا راستہ بھی ہے اس لیے قرآن کریم حفظ کرنے والے بچوں کی توجہ بٹتی ہے۔ اگر الگ جگہ پر حافظ کلاس کا انتظام ہو جائے تو بہت بہتر ہوگا۔ میری اس تجویز کو انہوں نے پسند فرمایا اور جامعہ احمدیہ کے کوارٹرز میں سے ایک کوارٹر کو حافظ کلاس کے لئے مختص کر دیا۔ پھر وہاں تدریس شروع ہوئی اور ساتھ ہی بیرون ربوہ سے آنے والے طلبا کی رہائش کا بھی انتظام اسی کوارٹر کے ایک کمرے میں کر دیا گیا۔

حافظ کلاس کے لیے نئی عمارت کی تجویز

خاکسار کی تجویز پر حضرت سید میر داؤد احمد صاحب نے حافظ کلاس کو پہلے پہل تو جامعہ احمدیہ کے رہائشی کوارٹرز میں سے ایک کوارٹر میں منتقل کر دیا بعد ازاں حافظ کلاس کے لیے الگ عمارت کی تعمیر کی منظوری بھی ہوگئی۔ اس عمارت میں ایک کمرہ کلاس روم، ایک طلبا کی رہائش کے لیے اور ایک ٹیوٹر کی رہائش کے لیے الگ تعمیر کیا جانا تھا۔ میں نے حضرت میر صاحب سے درخواست کی کہ چونکہ کلاس کے طلبا میں اطفال کے علاوہ انصار اور خدام بھی ہیں اس لیے سرِ دست یہ تبدیلی ضروری ہے کہ طلبا کی رہائش کے لیے دو کمرے بنائے جائیں۔ چنانچہ انہوں نے میری یہ تجویز بھی مان لی اور فرمایا کہ آئندہ اجلاس میں توسیع کی یہ بات بھی کریں گے۔ چنانچہ اس کی بھی منظوری مل گئی اور کام شروع ہوگیا۔ طلبا کی رہائش کے لیے دو کمرے تیار ہوئے اور ایک کلاس روم بھی تعمیر ہوگیا۔ جب یہ تعمیر مکمل ہوگئی تو محترم میر صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ آپ بھی یہاں پر رہائش رکھ لیں۔ خاکسار اُس وقت اپنے مکان واقع دارالعلوم شرقی نزد بیت مسرور مکان نمبر 11/58 میں رہائش پذیر تھا۔

میں نے حضرت میر صاحب سے عرض کی کہ ایک کمرہ تو فیملی کے ساتھ رہائش کے لیے ناکافی ہے کیونکہ جب کوئی مہمان آجائے تو مشکل پڑ سکتی ہے۔ اس لیے کم از کم دو کمرے تو ہونے

چاہئیں۔ چنانچہ حضرت میر صاحب نے ایک کمرہ مزید بنوا دیا اور مجھے فرمایا کہ اب آپ یہاں آ جائیں۔ پھر کچھ دنوں کے بعد کمروں کے سامنے ایک برآمدہ بھی بنوا دیا۔اس طرح خاکسار بھی حافظ کلاس میں رہنے لگا۔

حافظ کلاس میں بہتر انتظامی تبدیلیاں

جس وقت مجھے حافظ کلاس کا انچارج بنایا گیا اس سے پہلے حفظ کے لیے طالب علم کی عمر کی کوئی حد مقرر نہ تھی۔ ہر ایک عمر کے طالب علم قرآن کریم حفظ کرنے کے لیے کلاس میں داخلہ لے سکتے تھے۔ میں نے مکرم پرنسپل صاحب سے درخواست کی کہ عمر کی کوئی ایک حد مقرر کر دینی چاہئے کیونکہ اس طرح نظم وضبط نہیں رہتا کہ ایک 60 سال کی عمر کا ہو اور ایک 10 سال کی عمر کا۔ پھر چھوٹی عمر کے بچے زیادہ جلدی اور بہتر طریق پر حفظ کر سکتے ہیں جبکہ بڑی عمر کے لوگوں کے لیے حفظ کرنا آسان نہیں ہوتا اور وہ وقت بھی زیادہ لیتے ہیں۔

اس سلسلہ میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ سر دست طلباء کے لئے عمر کی ایک حد اور عرصہ حفظ کا تعین بھی کیا جائے۔ حفظ کے لیے زیادہ سے زیادہ عرصہ چار سال اور عمر زیادہ سے زیادہ بارہ سال ہو۔اس سے زائد عمر کا بچہ نہ لیا جائے (اگرچہ بارہ سال عمر بھی حفظ کے اعتبار سے زائد تھی)۔ پھر ہم نے پرائمری پاس کا بھی قاعدہ بنا دیا کہ جو طالب علم بھی حفظ کے لیے آئے کم از کم پرائمری پاس ہو اور ناظرہ قرآن مکمل پڑھا ہو۔ پھر حافظ کلاس میں داخلہ کی شرائط اور وقت مقرر کیا گیا۔الفضل میں اس کا اعلان دیا جاتا۔عموماً پرائمری کے نتیجہ کے معاً بعد داخلہ کیا جاتا۔دفتری امور اور طلباء کا ریکارڈ رکھنے کے لیے رجسٹر اور فائل سسٹم شروع کیا۔کلاس روم میں اساتذہ کے لیے گدیلا اور ٹیک لگانے کے لیے گاؤ تکیہ بنوایا اور طلباء کے قرآن کریم رکھنے کے لیے چوکیاں (چھوٹی میزیں) بنوائی گئیں۔اس سے پہلے قرآن کریم رکھنے کے لیے کوئی چیز نہ ہوتی تھی۔ طلباء کے لیے باقاعدہ یونیفارم (سفید قمیض شلوار، سیاہ جناح کیپ، سیاہ جوتے اور جرابیں) مقرر کیا گیا۔طلباء کے لیے وظائف شروع کیے گئے۔قرآن کریم حفظ مکمل کرنے پر سند دینے کا طریق

شروع کیا گیا۔

خاکسار جو تجویز بھی حافظ کلاس کی بہتری کے لیے پیش کرتا تھا، حضرت سید میر داؤد احمد صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ اس کو منظور فرما لیتے۔

حفظ کے لیے موجودہ رائج مطبوعہ قرآن کریم

ایک دفعہ جامعہ احمدیہ کی سالانہ تقریب تقسیم انعامات کے موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ تشریف لائے تو سب سے پہلے حافظ کلاس کے طلباء کو انعام دیتے ہوئے فرمایا کہ ہمارے طالب علمی کے زمانہ میں آخری پارہ پہلے یاد کروایا جاتا تھا، اب پتہ نہیں کیا طریق ہے؟ الحمدللہ کہ میں نے بھی یہی طریق رکھا ہوا تھا۔ پھر حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے مزید فرمایا کہ حضرت پیر منظور محمد صاحب والے مطبوعہ یسرنا القرآن کے رسم الخط والا قرآن کریم نیا چھپ کر آ گیا ہے۔اس کا پہلا نسخہ میں حافظ کلاس کے طالب علم عزیزم حافظ مسعود احمد راؤ کو دیتا ہوں۔ پھر آپ نے مزید فرمایا کہ حافظ کلاس کے طلباء آئندہ اسی رسم الخط والے قرآن کریم سے پڑھا کریں۔ چنانچہ اُس وقت جن طلباء کے پاس کوئی دوسرے رسم الخط والا قرآن تھا وہ بدل لیا۔اُس وقت سے لے کر آج تک اُسی رسم الخط والے قرآن کریم کو مدرستہ الحفظ میں رائج کیا گیا ہے۔

حافظ کلاس میں طلبا کی کثرت اور عمارت میں اضافہ

حضرت سید میر داؤد احمد صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ کی توجہ اور شفقت سے حافظ کلاس میں ایک باقاعدگی اور بہتری آ گئی۔ایک وقت آیا کہ طلبا کی کثرت ہو گئی، کلاس روم اور طلباء کی رہائش کی جگہ ناکافی ہو گئی تو میں نے پرنسپل صاحب سے درخواست کی کہ اس کلاس روم اور ہوسٹل میں توسیع بہت ضروری ہے تو انہوں نے فرمایا کہ ٹھیک ہے لیکن ابھی جامعہ احمدیہ میں دو تعمیرات (ناصر ہوسٹل اور بیت حسنِ اقبال) ہو رہی ہیں۔ان میں سے کوئی ایک مکمل ہو جائے تو حافظ کلاس کا کام شروع کر دیا جائے گا۔

مدرسۃ الحفظ میں تفریحی سفر، پکنک اور سائیکل سفر کے پروگرام

مدرسۃ الحفظ میں طلبا کی جسمانی اور ذہنی نشوونما کے لیے غیر نصابی سرگرمیوں کا بھی انتظام کیا جاتا تھا تاکہ طلباء یکسانیت کا شکار نہ ہو جائیں۔ اس سلسلہ میں طلبا کی سیر وتفریح کے لیے پکنک اور سائیکل سفر کا بھی انتظام کیا جاتا رہا۔ پکنک کے لیے دریائے چناب ، برج نہر، اور یکو بنگلہ جاتے رہے۔ بعض اوقات یہ پکنک طلباء جامعہ احمدیہ کے ساتھ ہی ہوتی ۔لیکن سال میں ایک دفعہ ایک الگ پکنک کا پروگرام بھی بنایا جاتا یہ گنوں کی پکنک کہلاتی تھی اس کے لئے اچھے گنوں (sugar cane) اور مالٹوں کا انتظام کیا جاتا۔ جب تک مکرم حافظ عبدالحمید صاحب مدرسۃ الحفظ میں رہے زیادہ مواقع پر گنوں کا انتظام ان کے ذمہ رہا۔ ایک دفعہ حافظ خالد افتخار صاحب کے والد محترم چوہدری افتخار احمد صاحب نے ربوہ کے قریب اپنی زمینوں پر اس پکنک کا انتظام کیا تھا۔ اسی طرح بعض مواقع پر مکرم ڈاکٹر شریف احمد صاحب دندان ساز کی دریا کے قریب زمینوں پر بھی یہ پکنک ہوئی۔ اس سلسلہ میں بابا عبداللہ صاحب اور غلام نبی صاحب نے خصوصی تعاون کیا۔ پکنک کے موقع پر طلباء سارا دن لطف اٹھاتے اور پھر ان کو ساتھ گھر لے جانے کے لئے بھی گنے دیے جاتے۔

دو مواقع پر سائیکل سفر بھی کیا گیا ایک بار سائیکل سفر پر چک 152 شمالی سرگودھا اور دوسری بار گوکھووال نزد پکا انا گئے۔

ایک دفعہ بذریعہ بس مکرم حافظ عبدالحمید صاحب کے گاؤں چک نمبر 4 ساہووالہ نزد خانقاہ ڈوگراں گئے۔ اس سفر میں حافظ عبدالحمید صاحب، حافظ عبدالوہاب صاحب بلتستانی مرحوم، حافظ احمد خاں صاحب میرے ہمراہ گئے۔

مہمان نوازی

حافظ کلاس میں بچوں کے والدین اور بعض جاننے والے عزیز میرے پاس آتے

رہتے۔ ان کی مہمان نوازی کا میں مناسب خیال رکھنے کی کوشش کرتا۔ کئی مہمان تو میرے پاس ہی قیام کرتے۔ ہمارا بجٹ اور الاؤنس اتنا نہیں ہوتا تھا کہ ہر مہمان کی اچھی خاطرداری کر سکیں۔

ایک دن حضرت سید میر داؤد احمد صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ نے مجھ سے پوچھا کہ آپ کا الاؤنس کتنا ہے؟ میں نے بتایا کہ ایک سو روپے (یا کچھ زائد) ہے۔ فرمانے لگے کہ آپ کی تنخواہ بڑھ نہیں سکتی؟ میں نے عرض کی کہ یہ تو آپ کے اختیار میں ہے۔ فرمانے لگے کہ قاعدہ یا قانون کے اعتبار سے کوئی صورت نکل سکتی ہو تو بتائیں؟ میں نے کہا کہ ایک صورت تو یہ ہے کہ مکرم حافظ شفیق احمد صاحب مرحوم کلرک کے گریڈ میں تھے جبکہ میں حافظ ہونے کے ساتھ ساتھ قاری بھی ہوں۔ (خاکسار نے ان کو اپنے قاری ہونے کی سند بھی دکھائی) عام مدارس میں قاری کی تنخواہ حافظ قرآن سے بالعموم دوگنا بلکہ اس سے بھی زیادہ ہوتی ہے۔ یہی ایک طریق ہے جس پر آپ غور فرما سکتے ہیں۔ حضرت میر صاحب نے فرمایا کہ ٹھیک ہے، میں کچھ کروں گا۔

حضرت میر صاحب کے ساتھ جو یہ ساری گفتگو ہوئی، ابھی اس پر عمل درآمد نہیں ہوا تھا کہ وہ بیمار ہو گئے اور اسی بیماری میں آپ اللہ کو پیارے ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

خاکسار کے لیے چار ترقیات کا اعزاز

اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے خاص فضل سے نوازتے ہوئے ایک ہی بار چار ترقیات سے نوازا۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت میر داؤد احمد صاحب کی وفات کے کچھ عرصہ بعد میں نے محترم ملک سیف الرحمٰن صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ سے حضرت میر صاحب کے ساتھ میری ترقی سے متعلق ہونے والی بات چیت کا ذکر کیا۔ میں نے اپنی گزارشات برائے مشورہ لکھ کر دیں مگر محترم ملک سیف الرحمٰن صاحب نے اسے اصل درخواست سمجھتے ہوئے سفارش کے ساتھ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں بھیج دیا۔ اس پر حضور رحمہ اللہ تعالیٰ کی توجہ میری طرف مبذول ہوئی اور آپ نے مجھے یک بار چار ترقیات سے نوازا۔ مجھے یہ اطلاع بھی ملی

کہ حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے ازراہِ شفقت مجھے مربی سلسلہ کا اعزازی گریڈ بھی عطا فرمایا ہے۔
الحمدللہ علی ذالک ۔ ایں سعادت بزورِ بازو نیست

حافظ کلاس کی طبیہ کالج والی جگہ (دارالنصر غربی) پر منتقلی

اللہ تعالیٰ کی ایسی ایسی حکمتیں ہر کام میں کارفرما ہوتی ہیں کہ انسان کی نظر اُن تک رسائی حاصل نہیں کرسکتی۔ حافظ کلاس کی توسیع کے لیے حضرت میر صاحب نے جو منصوبہ بندی کی تھی وہ اُن کی وفات کی وجہ سے ان کی زندگی میں پوری نہ ہوسکی۔ لیکن بعد کے حالات نے بتادیا کہ اس منصوبہ بندی کے پورا نہ ہونے میں اللہ تعالیٰ کی ایک خاص حکمت تھی۔

اُن دنوں میں جماعت کے سکول اور کالجز نیشنلائز کر لیے گئے تھے اور حکومت نے ان عمارتوں پر قبضہ کرلیا تھا۔ طبیہ کالج (دارالنصر غربی) کی عمارت کے ایک حصہ یعنی ہوسٹل والی عمارت میں پولیس چوکی قائم کر لی گئی تھی۔ کالج کی عمارت (کلاسز اور ہال والے حصہ) کو خستہ ہونے کی وجہ سے مرمت کے لیے خالی کرلیا گیا۔ پھر اس عمارت کے لئے یہ طے ہوا کہ حافظ کلاس کو طبیہ کالج والی جگہ پر منتقل کر دیا جائے۔ کالج کی کلاسز کو فوری طور پر محترم مولوی قدرت اللہ سنوری صاحب کی کوٹھی واقع دارالنصر غربی کو کرایہ پر لے کر وہاں منتقل کر دیا گیا۔

محترم ملک سیف الرحمٰن صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ نے خاکسار سے فرمایا کہ حافظ کلاس کو طبیہ کالج کی عمارت میں منتقل کرلیں۔ میں نے جا کر جگہ دیکھی تو دائیں بائیں ایک وسیع وعریض کیکروں کا جنگل تھا اور چاردیواری بھی نہ تھی۔ میں نے آکر محترم ملک صاحب سے عرض کیا کہ وہ تو جنگل بیابان ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ ”سلسلہ کا مفاد اِس میں ہے کہ آپ وہاں منتقل ہوجائیں“۔ میں نے عرض کیا کہ اگر سلسلہ کا مفاد ہے تو پھر کسی قسم کا کوئی عذر نہیں، ہم کلاس کو وہیں منتقل کر دیتے ہیں۔ یوں حافظ کلاس سابقہ طبیہ کالج کی عمارت میں منتقل کر دی گئی۔ اس کے ساتھ واقع عملہ کے کوارٹرز جو ہوسٹل کے طور پر استعمال ہوتے تھے اُن میں پولیس چوکی قائم ہوچکی تھی۔

اس وقت کے جماعتی حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے یہ فیصلہ کیا کہ حافظ کلاس کے طلبا دو دو کر کے خاموشی سے اس عمارت کے پچھواڑے سے داخل ہوں اور اس کی مکمل منتقلی سے پہلے کسی کو علم نہ ہو سکے کہ یہاں کیا تبدیلی عمل میں آئی ہے۔

نمازِ عشاء کے بعد طلباء اپنا اپنا سامان لے کر طبیہ کالج کی عمارت میں پہنچ گئے۔ پولیس جب رات گشت پر نکلی تو طے شدہ پروگرام کے مطابق رات بارہ بجے سے پہلے مدرسۃ الحفظ کا بورڈ طبیہ کالج کی عمارت کے صدر دروازے پر آویزاں کر دیا گیا۔ یہ بورڈ محترم ہادی علی صاحب چودھری مربی سلسلہ احمدیہ نے تیار کروایا تھا۔ اس کو آویزاں کرتے وقت خاکسار کے ساتھ محترم مرزا محمد الدین صاحب نازؔ (حال ایڈیشنل ناظر اصلاح وارشاد تعلیم القرآن ووقفِ عارضی) اور محترم ہادی علی صاحب چودھری بھی موجود تھے۔ بورڈ آویزاں کرتے وقت طلبا کو ہدایت کی گئی تھی کہ وہ اندر ہی رہیں، باہر نہ نکلیں۔ طلباء اس وقت تک اندر ہی رہے جب تک مدرسۃ الحفظ کا بورڈ صدر دروازے پر آویزاں نہیں کر دیا گیا۔

جب پولیس والے گشت کر کے واپس لوٹے تو ہم صدر دروازے کے سامنے چارپائیاں بچھا کر لیٹے ہوئے تھے۔ پھر طبیہ کالج کی عمارت میں رفتہ رفتہ آبادی ہوگئی۔ میں بھی طلباء کے ساتھ ہی اس عمارت میں رہائش پذیر تھا، طلباء کے لیے تینوں وقت کا کھانا اُس وقت ناصر ہوسٹل جامعہ احمدیہ سے آتا تھا۔

حافظ کلاس کی مدرسۃ الحفظ کے نام سے تبدیلی

اللہ تعالیٰ کے فضل سے حافظ کلاس جو کہ یہاں اب مدرسۃ الحفظ کے نام سے سابقہ طبیہ کالج کی عمارت میں قائم ہوا، اس میں مزید بہتر اور منظم طریق پر پڑھائی کا سلسلہ جاری ہوگیا۔

مورخہ 4 فروری 1976ء کو مکرم پرنسپل صاحب جامعہ احمدیہ نے حافظ کلاس کا نام تبدیل کر کے ”مدرسۃ الحفظ“ رکھا تھا۔

مدرسۃ الحفظ کی بہتری کے لیے اقدامات

مدرسۃ الحفظ میں کلاس کے انتظامات کی مزید بہتری کے لیے مختلف اقدامات کیے گئے ۔محترم ملک سیف الرحمٰن صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ کی خدمت میں بعض تجاویز پیش کیں ۔

محترم ملک صاحب نے فرمایا کہ آپ بعض دوسرے (غیر احمدی) مدارس کا دورہ کر کے حالات کا جائزہ لیں کہ ہمارے مدرسۃ الحفظ کو مزید بہتر کس طرح بنایا جاسکتا ہے۔ چنانچہ میں نے قریباً ایک ہفتہ کے سفر میں لاہور، گوجرانوالہ اور ملتان کے بعض مدارس کا دورہ کیا اور حکمت عملی سے تفصیلی حالات معلوم کیے۔اس سفر سے واپسی پر خاکسار نے تقابلی موازنہ کیا تو ہمارے مدرسۃ الحفظ کے انتظامات کو اُن سے بہتر پایا۔

مدرسۃ الحفظ کے لیے مزید اساتذہ کی منظوری

جب مدرسۃ الحفظ میں ایک نظم وضبط پیدا ہو گیا اور کلاس کی تعداد بڑھنے لگی تو لامحالہ مزید اساتذہ کی ضرورت پیش آئی کیونکہ اتنی بڑی کلاس کو میرے لیے اکیلے سنبھالنا مشکل تھا۔ وقت کے ساتھ ساتھ مدرسۃ الحفظ کی ضروریات بڑھتی گئیں اور کلاس میں طلبا کی تعداد بڑھنے کے ساتھ ساتھ اساتذہ کی بھی ضرورت بڑھی تو میں نے پرنسپل صاحب جامعہ احمدیہ سے بات کی تو مدرسۃ الحفظ کے لیے مزید ایک استاد کی منظوری ہوئی۔

اس کے بعد ایک کلاس کا اضافہ کیا گیا جس میں درج ذیل اساتذہ نے پڑھایا۔

(بعض اساتذہ نے جز وقتی پڑھایا) ان میں مکرم حافظ امان اللہ صاحب جوئیہ، مکرم حافظ اللہ یار صاحب، مکرم حافظ اسماعیل صاحب لکھی وال، مکرم حکیم اسماعیل صاحب ریٹائرڈ پروفیسر جامعہ احمدیہ، مکرم حافظ محمد یوسف صاحب، مکرم قاری عاشق حسین صاحب، مکرم حافظ محمد ابراہیم صاحب اور مکرم حافظ عبدالحمید صاحب نے کچھ عرصہ پڑھایا۔

اس کے بعد محترم سید میر محمود احمد ناصر صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ کے دور میں ایک

مزید کلاس کا اضافہ ہوا اور ایک اور استاد کی آسامی منظور ہوئی۔ پھر مدرسۃ الحفظ میں ہم تین اساتذہ الگ الگ کلاس لینے لگے۔ میرے ساتھ مکرم حافظ عبدالحمید صاحب اور مکرم حافظ عطاء الحق صاحب نے بھی ایک ایک کلاس سنبھال لی۔ ان کے بعد کچھ عرصہ مکرم حافظ محمد یوسف صاحب پڑھاتے رہے۔ پھر مکرم حافظ ملک منور احمد احسان صاحب مربی سلسلہ کا تقرر ہوا (جو اِس وقت بھی مدرسۃ الحفظ میں تدریس کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں)۔ پھر مکرم حافظ محمد اقبال صاحب مربی سلسلہ کا تقرر ہوا جو جون 2000ء تک پڑھاتے رہے۔

ہوسٹل میں مکرم چوہدری محمد ظفراللہ وڑائچ صاحب کو کچھ عرصہ بطور سپرنٹنڈنٹ خدمت کی توفیق ملی۔

باغبانی کا خاص مشغلہ

مجھے شجرکاری اور باغبانی کا بہت شوق ہے۔ یہ میرا خاص مشغلہ ہے۔ میں نے مدرسۃ الحفظ اور اپنے کوارٹر کے گرد مختلف درخت اور پودے (پھلدار اور پھولدار) لگائے اور گھر کے ساتھ ایک باغیچہ بھی بنایا۔ جب مدرسۃ الحفظ کو طبیہ کالج کی عمارت میں منتقل کیا گیا اس کے بعد وہاں وقارعمل کے ذریعے اس اجاڑ جگہ کو صاف کیا، گراؤنڈ ہموار کیا، مختلف درخت، پودے لگائے اور باڑ بنائی۔ پھر یہاں مسلسل وقارعمل کے ذریعے اس جگہ کو خوبصورت بنانے کی کوشش کی گئی۔

مدرسۃ الحفظ کی بیرکس (دارالنصر غربی) میں منتقلی

1998ء میں جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے طبیہ کالج والی جگہ پر جامعہ احمدیہ جونیئر سیکشن کی عمارت کی تعمیر کی منظوری عطا فرمائی تو مدرسۃ الحفظ کو لنگر خانہ نمبر 4 کے عقب میں جلسہ سالانہ کے لئے بنائی گئی بیرکس (دارالنصر غربی) میں عارضی طور پر منتقل کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ یہاں بھی ہم نے وقارعمل کر کے ناہموار جگہ کو ہموار کر کے رہائش اور تعلیم وتدریس کے قابل بنالیا۔

موجودہ مدرسۃ الحفظ اور میری ریٹائرمنٹ

مدرسۃ الحفظ کو جامعہ احمدیہ کے زیر انتظام جون 2000ء تک جلسہ سالانہ کے لئے بنائی گئی بیرکس (دارالنصر غربی) میں جاری رکھا گیا۔ پھر جولائی 2000ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی منظوری سے مدرسۃ الحفظ کا مکمل انتظام نظارت تعلیم صدر انجمن احمدیہ ربوہ کے سپرد کیا گیا۔ نئے انتظام کے تحت مدرسہ کو نصرت جہاں اکیڈمی کے ساتھ واقع عمارت راولپنڈی گیسٹ ہاؤس میں منتقل کر دیا گیا، جہاں پر یہ ایک مستقل علیحدہ ادارے کی صورت میں قائم ہوا۔

مدرسۃ الحفظ کے نئے انچارج اور پرنسپل کے لیے میرے ایک شاگرد مکرم حافظ مبارک احمد ثانی صاحب کو مقرر کیا گیا۔ تدریسی سٹاف میں مکرم حافظ عبدالکریم صاحب، مکرم حافظ پرویز اقبال صاحب، مکرم حافظ ملک منور احسان صاحب، مکرم حافظ عبدالحلیم صاحب، مکرم حافظ قاری مسرور احمد صاحب، اور مکرم حافظ احمد انور صاحب کو بطور اساتذہ مقرر کیا گیا۔ (یہ تمام اساتذہ میرے شاگرد ہیں)

اس کے بعد مزید اساتذہ بھی آتے رہے جن میں مکرم حافظ جواد احمد بٹ صاحب، مکرم حافظ شمس الضحیٰ ناصر احمد صاحب، مکرم حافظ محمد شعیب صاحب اور مکرم حافظ مبشر احمد صاحب شامل ہیں۔

خاکسار کو نئے داخل ہونے والے اور حفظ مکمل کر لینے والے طلباء کو تلاوت اور تجوید سکھانے کی ذمہ داری دی گئی۔

اب تدریسی لحاظ سے طلباء کو چھ احزاب (کلاسز) میں تقسیم کر دیا گیا ہے اور ہر استاد کو ایک حزب (کلاس) کا نگران مقرر کیا گیا ہے۔ طلباء کے تلفظ اور قراءت کے معیار کو بہتر بنانے کے لئے روزانہ آدھ گھنٹہ آڈیو سی ڈی اور کیسٹس کے ذریعے تلاوت (ترتیل اور حدر) کے ساتھ سنانے کا انتظام ہے۔

مدرسۃ الحفظ میں قرآن کریم حفظ کرنے کا تین سال اور دہرائی کے لئے مزید چھ ماہ کا

کورس مقرر کیا گیا ہے۔ پھر دو مرتبہ دوہرائی کے دور کرنے کے بعد حافظ قرآن طلباء کا امتحان لیا جاتا ہے۔ امتحان پاس کرنے والے طلباء کو تکمیل حفظ کی سند دی جاتی ہے۔

جب یہاں مدرسۃ الحفظ کا نیا سیٹ اپ بنایا گیا تو میں اس سے پہلے جون 1998ء میں ریٹائرمنٹ کے بعد Re-amply ہو کر کام کر رہا تھا۔ مدرسہ میں مناسب رہائش نہ ہونے کی وجہ سے میں نے اپنا مکان بنانے کی غرض سے 6 ماہ کی رخصت لے لی۔ پھر میں نے دارالعلوم شرقی ربوہ میں اپنا مکان نمبر 2/41 اپنی نگرانی میں بنوایا۔ اس کے لیے کچھ عرصہ بعد میں مزید رخصت پر رہا۔ بعد ازاں رخصتیں ختم ہونے پر مدرسۃ الحفظ حاضر ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے خدمت کا یہ سلسلہ آج تک جاری و ساری ہے۔

قرآن کریم کے متن کی پروف ریڈنگ

جب میں رخصت لے کر مکان کی تعمیر کا کام کروا رہا تھا تو ایک عجیب صورتحال سامنے آ گئی۔ محترم مرزا انس احمد صاحب وکیل اشاعت تحریک جدید ربوہ کی طرف سے حکم ہوا کہ وکالت اشاعت تحریک جدید ربوہ کے تحت چھپنے والے قرآن کریم کے عربی متن کی پروف ریڈنگ کرنی ہے۔ یہ بھی اللہ کے فضل سے مجھے خدمت قرآن کا ایک موقع دیا گیا تھا۔ وما توفیقی الا باللہ

پھر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے ترجمۃ القرآن کی اشاعت سے قبل محترم سید عبدالحیٰ شاہ صاحب ناظر اشاعت ربوہ کے ارشاد پر خاکسار کو اس کے مکمل عربی متن کی پروف ریڈنگ کی توفیق بھی ملی۔ الحمد للہ علیٰ ذالک

سپاس نامہ

مدرسۃ الحفظ کی سالانہ تقریب تقسیم اسناد 2001ء کے موقع پر مدرسہ میں میری خدمات پر مجھے سپاس نامہ پیش کیا گیا۔ مدرسۃ الحفظ کے استاد مکرم حافظ قاری مسرور احمد صاحب نے سپاس نامہ پڑھ کر سنایا جس کے الفاظ یہ ہیں :-

بسم اللہ الرحمان الرحیم

سپاسنامہ

ہماری آج کی تقریب کے ایک معزز اور نہایت بزرگ مہمان محترم قاری محمد عاشق صاحب ہیں۔ مدرسۃ الحفظ کے اس چمن کی آبیاری میں محترم قاری صاحب کی انتھک محنت،خلوص،اور محبت کو بہت دخل ہے۔

محترم قاری صاحب کو 1969ء سے مدرسۃ الحفظ میں بطور استاد خدمت کی توفیق مل رہی ہے اور ایک لمبے عرصہ کے بعد آج بھی آپ اس خدمت کو بجالانے کی توفیق پا رہے ہیں۔

محترم قاری صاحب کا سب سے بڑا سرمایہ وہ سینکڑوں شاگرد ہیں جو آپ سے شرفِ تلمذ حاصل کرنے کے بعد قرآن کریم کے نور کو اپنے سینوں میں محفوظ کیے دنیا کے کونوں میں آباد ہیں۔

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ محترم قاری صاحب کی اس گراں قدر خدمت کو قبول فرمائے۔ اور آپ پر اپنے فضلوں اور رحمتوں کی ہر آن بارش برساتا رہے۔ آمین

سید طاہر احمد (دستخط)

ناظر تعلیم

صدر انجمن احمدیہ پاکستان۔ ربوہ

طلباء کی نمایاں خدمات سلسلہ کا اعزاز

میرے لیے یہ بہت ہی خوشی اور اعزاز کی بات ہے کہ میرے بہت سارے شاگردوں کو دنیا بھر میں تین طرح سے نمایاں خدمات کی توفیق مل رہی ہے۔1-ان میں بعض اعلیٰ جماعتی عہدوں پر فائز ہیں۔2-ان میں بہت سے واقفین زندگی اور مربیان کرام ہیں۔3- بہت سارے اللہ کے فضل سے قرآن کریم پڑھانے کی توفیق پا رہے ہیں۔

مدرسۃ الحفظ میں غیر ملکی طلباء

مدرسۃ الحفظ میں پاکستان کے علاوہ دوسرے ممالک سے بھی طلباء اس نیک اور بابرکت مقصد کے لیے پڑھنے آتے تھے۔کئی طلباء حفظ قرآن کریم کے بعد جامعہ احمدیہ میں تعلیم حاصل کر کے مربی سلسلہ بن کر ہی واپس جاتے تھے۔ان غیر ملکی طلباء میں سے بعض اپنے ملک میں بھی پہلے حافظ تھے۔میرے ان شاگردوں میں سے بعض کے نام درج ذیل ہیں۔

محترم حافظ احمد جبریل سعید صاحب مرحوم (نائب نیشنل امیر غانا)،مکرم حافظ احسان سکندر صاحب آف ماریشس (سابق نیشنل امیر بینن،حال مشنری انچارج بیلجیم)،مکرم حافظ مصلح الدین صاحب آف نائیجیریا(حال انچارج مدرسۃ الحفظ نائیجیریا)، حافظ عبد الغنی صاحب آف نائیجیریا، حافظ مبارک احمد صاحب کوکوہی اور اِن کے بھائی حافظ عبد القدوس صاحب کوکوہی (نائیجیریا)،حافظ حفیظ احمد خان صاحب (فجی)، حافظ غلام احمد صاحب سانڈھی (سیرالیون)، حافظ حمید احمد کساوے صاحب اور ان کے بھائی حافظ الیاس احمد کساوے صاحب (یوگنڈا)۔

ان میں درجِ ذیل تین طلباء حفظ مکمل نہ کر سکے۔

محمد ابراھیم صاحب کنزیٹو (یوگنڈا)، حفیظ الرحمٰن صاحب (بنگلہ دیش)، اور حشمت مبارک صاحب (ملائیشیا)۔

بیرون ملک مقیم شاگردوں کی محبت

سینکڑوں شاگردوں نے مجھ سے قرآن کریم حفظ کرنے کی توفیق پائی۔ یہ شاگرد دنیا کے مختلف ممالک میں پھیلے ہوئے ہیں۔ جب میری ریٹائرمنٹ ہوئی تو میرے بعض شاگردوں نے چاہا کہ مجھے بیرون ملک سیر کے لئے بلائیں۔

جرمنی میں مقیم شاگردوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی اجازت سے کوشش کی لیکن ویزہ نہ ملنے کی وجہ سے میں جرمنی نہ جاسکا۔ پھر جماعت احمدیہ امریکہ نے بھی حضور کی منظوری سے مجھے امریکہ آنے کی دعوت دی لیکن اس کا بھی ویزہ نہ مل سکا اور یہ پروگرام بھی بیچ میں ہی رہ گیا۔

جلسہ سالانہ لندن UK میں شمولیت کی سعادت

مجھے اللہ تعالیٰ کے فضل سے 1990ء اور 2007ء میں جلسہ سالانہ لندن UK میں شمولیت کی سعادت ملی۔

1990ء میں پہلی بار مجھے جلسہ سالانہ لندن UK میں شمولیت کی توفیق ملی تھی۔ وہاں مجھے محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے خدمتِ قرآن کا یہ موقع ملا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد پر قاعدہ یسرنا القرآن اور پہلے پارہ کی ریکارڈنگ بھی کروائی۔ اس کا پس منظر یہ ہوا کہ جلسہ سالانہ U.K کے بعد مجلس مشاورت تھی جو انگریزی زبان میں تھی۔ اس میں خاکسار کی تلاوت کی ریکارڈنگ کا ذکر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس ریکارڈنگ سے پوری طرح فائدہ اٹھایا جائے چونکہ خاکسار انگریزی زبان نہیں سمجھتا اس لئے میں نے مکرم نصیر احمد قمر صاحب سے پوچھا (جو اس وقت پرائیویٹ سیکرٹری تھے) کہ مجھے لگتا ہے کہ حضور نے میرے بارہ میں بھی کچھ فرمایا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ حضور نے فرمایا ہے کہ مکرم قاری صاحب سے قاعدہ یسرنا القرآن اور پہلے پارہ کی ریکارڈنگ سے فائدہ اٹھایا جائے۔ میں نے اس سلسلہ

میں عرض کیا کہ اس سلسلہ میں نہ تو مجھے کسی نے کام کہا ہے، نہ میں نے کیا ہے۔ چنانچہ جب حضور رحمہ اللہ تعالیٰ کو علم ہوا تو آپ نے فرمایا ''اگر پہلے نہیں ہوئی تو اب کروالی جائے''۔ چنانچہ میں نے قاعدہ یسرنا القرآن اور پہلے پارہ کی تلاوت کی ریکارڈنگ کروائی۔ مجھے بعد میں علم ہوا کہ یہ ریکارڈنگ حضور رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ جرمنی بھی لے کر گئے اور جلسہ سالانہ جرمنی کے خطاب میں بھی اس کا ذکر کیا۔ اس ریکارڈنگ کو قادیان اور ربوہ بھجوانے کا بھی ارشاد فرمایا۔

2007ء میں بھی مجھے جلسہ سالانہ لندن UK میں شرکت کا موقع ملا۔ وہاں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ سے شرفِ ملاقات کی۔ حضور کے ساتھ تصویر بنوانے کی سعادت بھی ملی۔

تلاوت قرآن کریم کی پہلی باقاعدہ ریکارڈنگ

1990ء میں جلسہ سالانہ UK کے موقع پر ہونے والی ریکارڈنگ سے قبل ربوہ میں ایک بار میری آواز میں تلاوت قرآن کریم کی ریکارڈنگ مکرم ڈاکٹر ظہیر الدین منصور احمد صاحب اور بعض دیگر دوستوں کے اصرار پر کی گئی۔ مکرم ڈاکٹر صاحب موصوف جو مہتمم اصلاح وارشاد، خدام الاحمدیہ پاکستان تھے، انہوں نے خدام الاحمدیہ کی طرف سے میری آواز میں تلاوت ریکارڈ کرنے کے لیے مجھے آڈیو کیسٹس دیں اور خاکسار نے مکمل قرآن کریم کی تلاوت ریکارڈ کر دی۔ اس میں تقریباً ایک گھنٹہ میں ایک پارے کی ریکارڈنگ ہے۔

MTA پر نشر ہونے والی تلاوت کی ریکارڈنگ

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے خاکسار کے بارہ میں مرکز کو یہ ہدایت فرمائی کہ میری آواز میں تلاوت قرآن کریم ریکارڈ کی جائے۔ خاکسار اُس وقت رمضان میں نمازِ تراویح پڑھانے کی غرض سے دارالذکر لاہور میں تھا۔ دسویں روزے کو ہی خاکسار کو لاہور سے واپس بلوایا گیا اور میری آواز میں تلاوت قرآن کریم کی ریکارڈنگ شروع کر دی گئی۔ یہ

ریکارڈنگ MTA ایم ٹی اے سٹوڈیو ربوہ میں مکرم منیر احمد بسمل صاحب نے کی۔اس کا طریق کار یہ تھا کہ خاکسار پہلے تلاوت کرتا اور پھر مکرم نصیر احمد قمر صاحب اس کا ترجمہ ریکارڈ کرواتے۔ یوں یہ سلسلہ ایک وقت تک جاری رہا۔اس کے بعد خاکسار کی تلاوت کی ریکارڈنگ علیحدہ جاری رہی اور ترجمہ کو پھر بعد میں سیٹ کیا گیا۔ یہ تلاوت اور ترجمہ آج بھی ایم ٹی اے پر نشر ہوتا ہے۔

الحمدللہ علی ذالک

MTA پر نشر ہونے والی یسرنا القرآن کلاس کی ریکارڈنگ

مجھے MTA (ایم ٹی اے انٹرنیشنل) پر نشر ہونے والی یسرنا القرآن کلاس کی ریکارڈنگ کروانے کی سعادت بھی ملی۔ قاعدہ یسرنا القرآن اور پہلے پارے کی ویڈیو پہلے لندن اور پھر ربوہ میں ریکارڈ کروائی۔ اس میں خاکسار لکڑی کی سٹک کے ساتھ حروف کی نشاندہی کرتے ہوئے پڑھاتا تھا۔

حال ہی میں قاعدہ یسرنا القرآن کی ویڈیو ریکارڈنگ کو upgrade کیا گیا۔اس میں کمپیوٹر پروگرام کے ساتھ الفاظ کو مزید واضح کر کے دکھایا گیا ہے۔ یہ کلاسیں MTA پر نشر ہوتی ہیں اور جماعت کی ویب سائٹ پر بھی موجود ہیں۔ دنیا بھر کے احمدی اِس سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ الحمدللہ علی ذالک ۔ این سعادت بزورِ بازو نیست

شکر نعمتِ خداوندی

احمدیت کو قبول کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے مجھے جماعت احمدیہ میں جس طرح خدمتِ قرآن کا خاص طور پر موقع ملتا رہا۔اللہ تعالیٰ نے مجھے قرآن کریم کے حوالہ سے جو عزت اور شہرت عطا کی اور مجھے جس طرح نوازا۔ یہ محض اور محض اللہ تعالیٰ کا خاص فضل تھا جس نے مجھے چن لیا۔اس پر میں خداوند کریم کا نہایت شکر گزار ہوں۔ الحمدللہ علیٰ ذالک

آخر میں احبابِ جماعت سے درخواست ہے کہ مجھے ہمیشہ اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ میری حقیر خدمات کو قبول فرمائے اور میرا انجام بخیر کرے۔ آمین

تمت